ماہنامہ

دلیلِ راہ

لاہور

جنوری 2025ء - رجب المرجب 1446ھ

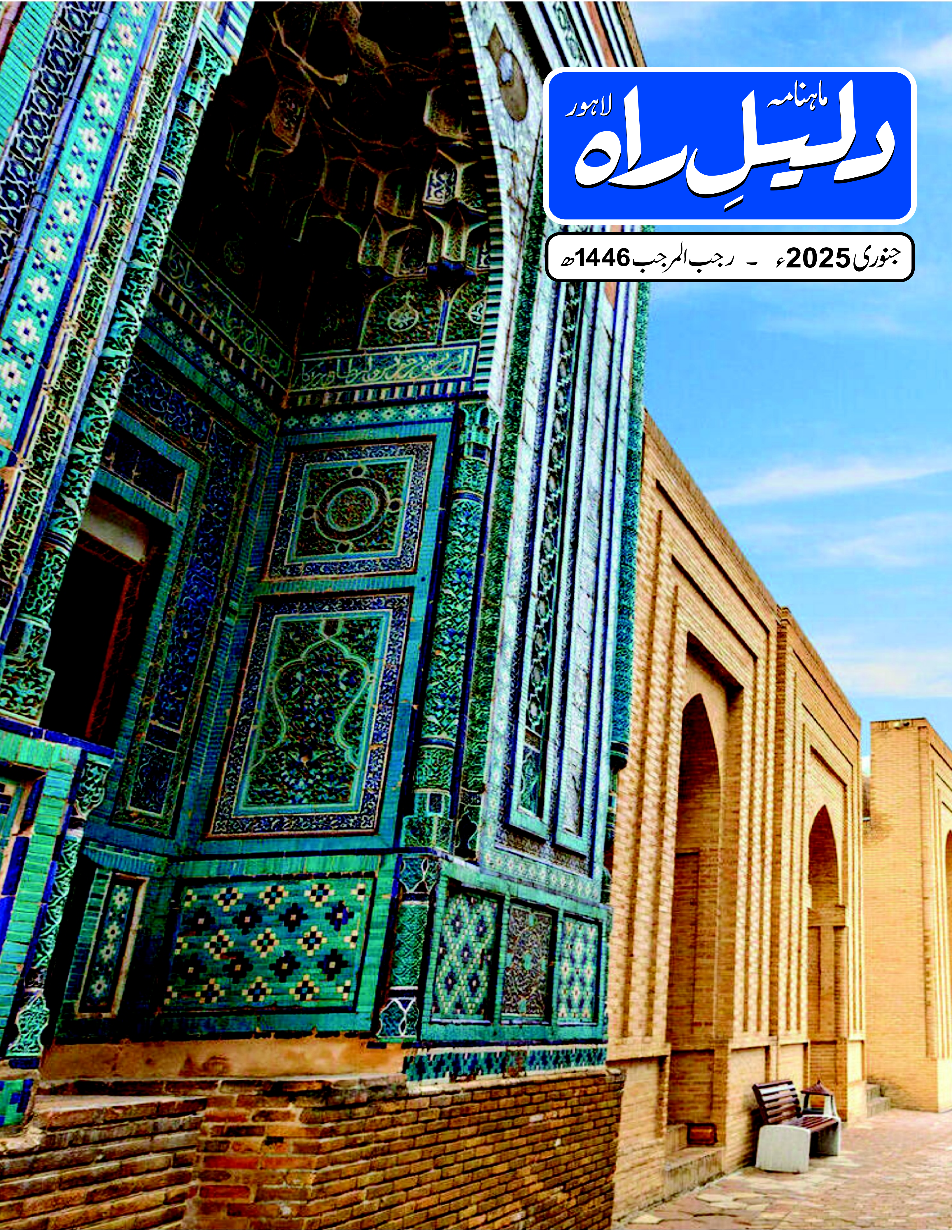

اے بی سی تصدیق شدہ اشاعت CPL.No:406

ماہنامہ
دلیلِ راہ
لاہور

شمارہ 01 | جنوری 2025ء | جلد 33

مدیر اعلیٰ
سید ریاض حسین شاہ

ہر چہ مرد در بزمِ شوق آوردہ ام

1	نعت و منقبت	پیر سید خضر حسین چشتی	4
2	گفتنی و ناگفتنی	سید ریاض حسین شاہ	5
3	تبصرہ و تذکرہ	سید ریاض حسین شاہ	10
4	درس حدیث	حافظ سخی احمد خان	14
5	سرکار کا نامۂ مبارک جنات کے نام	ڈاکٹر محمد اظہر نعیم	17
6	زندگی قرآن کے ساتھ	مفتی محمد لیاقت علی نقشبندی	19
7	امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	ماسٹر احسان الٰہی	22
8	امام موسیٰ کاظم علیہ السلام	علامہ محمد ارشد	28
9	معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	آصف علی آصف	30
10	حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف	محمد عرفان قادری	33
11	حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف	ڈاکٹر ندیم بن صدیق اسلم	35
12	قطب المشائخ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ	ڈاکٹر محمود عالم آسی خرم جہانگیر	36
13	مکتوبات مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ	سید کامران بخاری	38
14	اعلامیہ	ڈاکٹر محمد اظہر نعیم	40
15	ماہِ رجب المرجب کے فضائل و برکات	صاحبزادہ ذیشان کلیم معصومی	41

مشیر ادارت
ڈاکٹر رضا فاروقی

مجلسِ اعزاز
- علامہ حافظ نور محمد بندیالوی
- محمد نواز کھرل
- سید قیصر عباس شاہ
- انجینئر سرفراز احمد ضیغم
- حافظ محمد زبیر اعوان
- ارشد محمود ارشد
- احد شریف • پروفیسر مظہر جمیل

ادارتی معاونین
- ابومحی الدین
- ڈاکٹر منظور حسین اختر
- طالب حسین مرزا
- خادم حسین مرزا
- شیخ محمد راشد • محمد زبیر گوہر

قیمت فی شمارہ
30 روپے

سالانہ خریدار بمعہ ڈاک خرچ
600 روپے

جاز کیش، ایزی پیسہ
0323-8400651

بیرون ملک سالانہ
200 ڈالر، 100 پونڈز

رابطہ دفتر: اتفاق اسلامک سنٹر، ایچ بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور فون: 0322-4301986, 042-35838038

ہیڈ آفس: ادارہ تعلیمات اسلامیہ سیکٹر نمبر 3، خیابان سرسید راولپنڈی فون: 051-4831112

E-mail: daleelerah@gmail.com Online Edition: www.daleelerah.com

پبلشر سید ریاض حسین شاہ نے گنج شکر پرنٹرز سے چھپوا کر ماڈل ٹاؤن لاہور سے شائع کیا

نعت شریف

ہے جاری سلسلہ ہر دم صداؤں کا دعاؤں کا
مَکینِ گنبدِ خضریٰ مُعیں ہے بے نواؤں کا

دوا ہے ہر غمِ دل کی غُبارِ کُوئے طیبہ میں
ہے دُھل جاتا مدینے پاک میں دفتر خطاؤں کا

قدم اُن کے شہنشاہِ زمانہ چُوم لیتے ہیں
بیاں رُتبہ کروں کیسے مدینے کے گداؤں کا

فرشتے چھوڑ کر تحتِ فلک طیبہ میں آتے ہیں
نرالا کیف ہے بے شک مدینے کی فضاؤں کا

خضر ہرگز نہ ہو مایوس دیدارِ مدینہ سے
کسی دن تو جواب آئے گا تیری التجاؤں کا

امام جعفر صادق علیہ السلام

صادقِ بے ریا، جعفرِ باوفا، من کی دُنیا کا لاریب سلطان ہے
نورِ خیرُ النسا پرتوِ مصطفیٰ، علمِ حیدر کا پورا گلستان ہے

رازداں ہے حقیقت کی ہر بات کا واقفِ علمِ باطن، امامِ ہدیٰ
ایسا عالم ہے باقر کا لختِ جگر جس کا شاگرد دنیا میں نعمان ہے

جس کے خدّام کو پیشوائی ملی غم کے زنداں سے سب کو رہائی ملی
ہر خطا کار کو پارسائی ملی سارے عالم پہ سید کا احسان ہے

مل گئی جس کو جعفر کی نوری گلی بے گماں وہ نہ جائے گا خالی کبھی
جو بھی آئے گا پائے گا فیضِ علی میرا اعلان ہے میرا اعلان ہے

دے رہا ہوں صدا پر صدا اے خضر ہو عطا سید ایک جامِ نظر
خیر ہو اے سخی تیرے دربار کی تو ہی میرا خضر میرا پردھان ہے

پیر سید خضر حسین چشتی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دلیلِ شوق

زندگی کے سارے ہنگامے گفت وکلام، فکر ونظر اور فعل وعمل ہی سے ہیں۔ اگر ان چیزوں کی سمت درست ہو جائے تو زندگی زندگی ہے اور انہیں صراطِ مستقیم کا سراغ نہ لگ سکے تو پھر موت کی سیاہی اور فنا کی تاریکی کے سوا کچھ نہیں۔

اسے بدقسمتی سمجھیے کہ زندگی برف کی مانند پگھلتی جا رہی ہے اور زمانہ برق رفتاری سے آگے بڑھ رہا ہے لیکن قوموں کا تقدیر ساز اور ملل کا محسن احساسِ ارتقاء ونمو سے ابھی کوسوں دُور ہے۔ کفر اور باطل کی گہری سازشوں اور مہیب ہتھکنڈوں نے اس کی فکر ونظر اور قوائے جہد وعمل کو اس طرح شل کر دیا ہے کہ اس کے لیے اپنی ذات سے نکل کر سوچنے کا گمان بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اجتماعیت مفقود ہے اور اتحاد معدوم بلکہ عالمی سطح پر مسلمان مسلمان سے الجھا ہوا ہے اور حکومتیں ایک دوسرے کی تکفیر کر رہی ہیں۔ معاشی لحاظ سے چھوٹے ممالک کو ''بقائے زندگی'' کے چکر نے ملی تشخص کے قیام سے بیگانہ بنا رکھا ہے اور بڑے اسلامی ممالک کو دولت وثروت نے بدکاری کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ اگر ایک طرف غربت نے خود غرضی، فساد جوئی، چوری اور عیاری ومکاری جیسے امراض پیدا کیے ہیں تو دوسری طرف دولت نے تکبر، خود پرستی، شراب نوشی، فحاشی، عریانیت، بے حیائی اور خود فراموشی جیسا مہلک اور موت آفریں زہر عام کیا ہے۔

غربت اور امارت کے ان متضاد اثرات نے متوسط آبادیوں کو بھی خالی نہیں چھوڑا۔ وہ بھی معاشرتی لحاظ سے اخلاق وکردار کا وہ نمونہ پیش کرنے کے قابل نہیں جو مسلم معاشرے کا طرۂ امتیاز ہے۔

ہمیں اپنی جگہ تسلیم ہے کہ ہمارے ہاں آتش نوا شاعروں، شعلہ نوا واعظوں، باذوق ادیبوں، نکتہ جو حکیموں، فکر ساز فلسفیوں اور مستِ ہو شیوخ کی کمی نہیں۔ مسجدیں کسی حد تک آباد ہیں، اذانوں کی آواز سنائی دیتی ہے، اللہ ہُو کی ضربیں لگائی جاتی ہیں۔ قرآن مجید کے ختم پڑھے جاتے ہیں، دینی اور مذہبی جلسے انعقاد پذیر ہوتے ہیں، نذر نیاز دل کھول کر لٹائی جاتی ہے، زکوٰۃ و صدقات کی تقسیم بھی برابر جاری ہے۔ مذہبی جماعتیں بھی اپنے تئیں مصروفِ کار ہیں لیکن کیا وجہ ہے کہ مسلم قوم زمین کے ایک خاص حصہ پر مقتدر ہونے کے باوجود صبح فروزاں کے انتظار میں تارے گن رہی ہے، من کل الوجوہ ابھی تک غلبہ اور تمکن کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوا۔ ہمارے لیے لمحۂ فکر یہ ہے کہ مشرق ہو یا مغرب، خونِ مسلمان ہی کا کیوں گرتا ہے، گھر مومن ہی کا کیوں جلتا ہے اور کافروں کی سیاسی اور مذموم اغراض کے لیے چھیڑی گئی جنگوں کا تختۂ مشق مسلمان حکومتیں ہی کیوں بنتی ہیں؟

اہلِ باطل نے مسلمانوں پر جو ظلم ڈھائے وہ صرف عسکری نوعیت ہی کے نہیں بلکہ معاشرتی اور سیاسی لحاظ سے بھی

مسلمانوں کو کچھ اس طرح گھائل کیا گیا کہ ملی وحدت پارہ پارہ ہوگئی۔ذات پات اور نسلی امتیازات نے پوری طرح ہماری ذہنیتوں پر تسلط جما لیا اور ذہنی اور فکری لحاظ سے ہماری قوم اپاہج اور مفلوج ہو کر رہ گئی اور اس کی کار آمد صلاحیتیں بے کار رہ کر زنگ آلودہ ہونے لگیں۔

ہم ماتم کے قائل نہیں، منزل پر پہنچنے کی فکر رکھتے ہیں اور اس راستے میں اپنے ملی بھائیوں میں جس چیز کی کمی محسوس کرتے ہیں وہ وسائل کا نہ ہونا نہیں بلکہ نظریاتی اضطراب اور تشویش ہے جو انہیں قربانی اور ایثار کے لیے باطن سے تیار نہیں ہونے دیتی۔

اس وقت مسلمانوں میں دو طرح کے لوگ ہیں: ایک بے دین اور دوسرا دین دار، اوّل الذکر کو اس بات سے کوئی سروکار نہیں کہ دھرتی پر کس کا حکم چلتا ہے اور کس کا چلنا چاہیے۔ان کا دل چاہے تو خدا کے وجود کے قائل ہو جاتے ہیں اور دل چاہے تو اسلام سے دو چار مذاق بھی کر لیتے ہیں اور جہاں تک دوسرے طبقے کا تعلق ہے تو وہ بے حسی اور جمود کا شکار ہے۔قومی اور ملی پیمانے پر انہیں سوچنے کی فرصت ہی نہیں یا اگر کوئی سوچتا بھی ہے تو ماحول اور رسم و رواج کی بوجھل بیڑیاں ان کے قدموں میں پڑ جاتی ہیں اور وہ ''ہم چو ما دیگرے نیست'' کا شکار ہو کر رہ جاتے ہیں اور اس طرح ایک مضبوط قوت بے کار ہو کر رہ جاتی ہے۔

ہمارے خیال میں اس وقت ایک ایسے معاشرے کی تشکیل ضروری ہے جس کا تعلق خدا کی ذات اور رسول اللہ ﷺ کے وجودِ سعید سے بدرجۂ اتم ہو۔یاد رہے کہ مسلمان جس وقت تک خدا کی ذات کے ساتھ جنون و شیفتگی کی حد تک وابستگی اختیار نہیں کر لیتے۔ان کا کوئی مسئلہ حل ہوتا معلوم نہیں ہوتا۔یہ فرقوں کی جنگیں اور مختلف مکاتبِ فکر کی آنکھ مچولی اور حکومتوں کے غمزے، درحقیقت خدا پرستی کے فقدان کے نتیجے میں ہیں، جب تک خدا کی ذات پر یقین اور عقیدہ مضبوط نہیں ہوگا، خواہشات کبھی ختم نہیں ہوں گی اور نفس اور شیطان کبھی ہار نہیں مانیں گے۔

ایک بار دل سے یہ پڑھنا ہی پڑھے گا:

''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ''

یہ ہے وہ مضبوط بنیاد جس پر ہمیں ایک ایسی قوم تیار کرنی ہے جو خدا ترس اور با اخلاق ہونے کے ساتھ ساتھ جری، جفاکش اور جانباز ہو جسے بدی کو للکارنا آتا ہو اور خدا کی راہ میں جان لگانا اس کے لیے مشکل نہ ہو۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ قوم کی تربیت کون کرے گا۔ملت میں ایمان کی لہر دوڑانے میں کون سی قوتیں حرکت میں آئیں گی تو اس سوال کا جواب حاصل کرنے سے پہلے ہمیں ایک نقشہ تیار کرنا ہوگا جس کے مطابق ہمیں اپنے آپ کو تیار کرنا ہے اور پھر اس کے بعد احیائے حق کے لیے باطل کے خلاف ایک جانگسل کشمکش شروع کرنی ہے اور اس وقت تک کرنی ہے کہ ''حتی یکون الدین للہ'' یعنی دین اللہ ہی کے لیے ہو جائے۔

ہماری سوچ کے مطابق اس سارے کام کی چھ ٹھوس بنیادیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) ایمان	(۲) علم	(۳) عمل
(۴) روحانیت	(۵) قوت	(۶) جہاد

جہاں تک اصطلاح ''ایمان'' کا تعلق ہے تو اس ضمن میں ہم بڑے واشگاف انداز میں ان تین لطیف حقیقتوں کی طرف اشارہ کریں گے جن پر ایقان کا ہونا ضروری ہے۔مراد اللہ کا ربّ ہونا، محمد ﷺ کا رسول ہونا اور اسلام کا دین ہونا ہے۔عقائد میں یہ تین ایسی بنیادیں ہیں جن کے تحت وہ تمام ماوراء الطبیعیاتی حقائق آ جاتے ہیں جن پر ایک مسلمان کا ایمان رکھنا

ضروری ہے۔ یہاں یہ وضاحت بھی بے جا نہ ہوگی کہ ایمان کا معنی زبان سے کسی چیز کا ادا کردینا نہیں بلکہ دل کی دنیا سے کسی حقیقت کو تسلیم کرنا ہے یعنی کسی عقیدہ کا علیٰ وجہ البصیرت ہونا لازمی ہے اور اس ضمن میں وہ لوگ جن کے دینی اور اسلامی نظریات کو حق الیقین کی حد تک ایمان کا درجہ حاصل ہے، ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے ان دوستوں کی کشتِ قلوب میں، جن کے نظریات ہوا کے سرسری جھونکوں کے ساتھ لرز جاتے ہوں، ایمان کی تخم ریزی کریں۔ یہاں تک کہ ملت اسلامیہ میں من حیث القوم خدا کا احساسِ حاکمیت اور رسول اللہ ﷺ کا احساسِ محبوبیت و کاملیت غالب ہو جائے۔

ایمان جب سینوں میں رسوخ حاصل کرلے تو اس کا پہلا اثر دل اور دماغ میں جستجو اور تلاشِ حقیقت کا شدید داعیہ پیدا کردینا ہے۔ اس مقام پر صاحبِ ایمان میں ''العلم'' کے حصول کے لیے تڑپ پیدا ہو جاتی ہے اور ظاہر ہے ''العلم'' سے مراد خدا کا وہ عظیم صحیفہ ہے جس کا نزول رسول اللہ ﷺ کے قلبِ اطہر پر ہوا۔ دوسرے لفظوں میں مسلمان کے لیے ایمان کے بعد جس چیز کی اشد ضرورت ہوتی ہے وہ قرآن مجید کا سیکھنا اور ایک تڑپ کے ساتھ سیکھنا ہے۔ یہاں پر ایک بات ضرور ذہن میں رہے کہ قرآن ایسی کتاب ہے جس میں رطب و یابس، یعنی سارے علوم وفنون کی اصولی تعلیم رکھ دی گئی ہے اور جس وقت ہم یہ کہتے ہیں کہ ''قرآنی علوم میں مہارت حاصل کی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قرآن کو مشعل راہ بنا کر دنیا کے سارے علوم وفنون میں مہارت حاصل کی جائے اور یہی وہ راستہ ہے جس کے ذریعے آج ہم جدید دنیا کی ماڈرن سازشوں کا مقابلہ کرسکتے ہیں۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ (العلق:۱)

''پڑھیے اپنے ربّ کے عظیم نام سے جس نے پیدا فرمایا''۔

یعنی زندگی، پڑھائی اور ربّ کی یاد دونوں کا امتزاج ہونی چاہیے۔ آج ''اقراء'' پر جدید قومیں عمل کرتی ہیں اور ''ربّ کا نام'' ایک ایسی قوم لے رہی ہے جو ''العلم'' میں مفلوج ہے اور ضرورت اس امر کی ہے کہ ''العلم'' پڑھا جائے لیکن ہر لحظہ ربّ کے نام اور اس کی ذات پر یقین غالب رہے اور ایک سچی مسلمان قوم ہی خدا کے اس حکم پر پوری طرح عمل کرسکتی ہے۔

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن

اس اہم مقصد کے حصول کے لیے اساتذہ، معلمین، مدرسین، علماء اور پڑھے لکھے احباب کی جو ذمہ داریاں ہیں اگر وہ کماحقہٗ انہیں پورا نہیں کریں گے تو نئی نسل کے قلب وذہن کو قرآنی قالب میں ڈھالنا اور ان کی تربیت اس انداز سے کرنا کہ ان کی صلاحیتوں کی نشوونما ہو اور وہ زندگی کے مقاصد سے ہمکنار ہو سکیں، کیونکر ممکن ہوگا۔

تیسرا نکتہ جس پر ہمیں کچھ عرض کرنا ہے وہ ہے ''عمل''، اچھی فصل کے اگنے کا دارومدار اچھے بیج اور کسان کی محنت پر ہوتا ہے۔ نظریات خواہ کتنے ہی حسین کیوں نہ ہوں جب تک ان پر عمل نہ کیا جائے۔ بہتر نتائج پیدا کرنے کی امید نہیں کی جا سکتی۔ جہاں تک قرآن حکیم اور اسلام کے خیر ہونے کا تعلق ہے تو ان کی عظمت سے بیگانے بھی منکر نہیں۔ فرق جس چیز کا ہے وہ مسلمان قوم کا قرآنی نظریات پر عمل ہے اور اسی حقیقت کی طرف قرآن حکیم نے یوں اشارہ کیا:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ (البینۃ:۷)

"بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں مخلوق میں سب سے بہترین لوگ یہی ہیں"۔

اس لحاظ سے یہ ہماری قومی ضرورت ہے کہ ہم اعمالِ صالحہ کی طرف رجعت قہقری سے کام لیں اور بدکاریوں سے توبہ کا یہ عمل قومی اور ملی پیمانے پر ہونا چاہیے۔ جب تک ملت میں عمل صالح کی ایک لہر نہیں اٹھے گی کسی دوررس اور مستقل اسلامی انقلاب کی امید رکھنا عبث ہے۔ اس لیے کہ نازک شاخیں زیادہ بوجھ برداشت نہیں کرسکتیں۔ معاشرہ ایک شاخ کی مانند ہے۔ وہ اخلاقی، دینی اور ملی اقدار کے لحاظ سے جتنا قوی اور مضبوط ہوگا اتنا ہی زیادہ بوجھ برداشت کرسکے گا۔

اب رہا یہ نکتہ کہ اعمال صالحہ کی رغبت ہونے کا مؤثر طریق کار کونسا ہے تو اس سلسلہ میں ایک گہری اور عمیق فکر کے بعد ہم جس نتیجے پر پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ "تزکیہ" کا نظام فعال ہونا چاہیے اور اسی عمل کو ہم "روحانیت" کی اصطلاح سے تعبیر کرتے ہیں اور یہی چیز عہد رسول ﷺ میں بصورتِ "احسان" موجود تھی۔

ایسے نظریات جو اپنے ماننے والوں کے سینوں میں اطمینان اور چین پیدا کرنے میں ناکام ہوجائیں، حقیقت میں وہ ایسی کھوکھلی بنیادیں ہوتے ہیں جن پر تعمیر کی گئی عمارتیں کبھی بھی کامیاب نہیں ہوتیں۔ اسلام ایک ٹھوس نظریہ زندگی اور نظامِ حیات ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ایسا جامع روحانی پروگرام بھی رکھتا ہے جس سے انسانی دل اطمینان اور حقیقی مسرت حاصل کرسکتے ہیں۔

یہ اسلام کی سچی روحانیت ہی تھی کہ جب تک مسلمانوں کی زندگی میں اس کا وجود رہا، اسلام پھلتا پھولتا رہا لیکن جب سے جدت پسند لوگوں نے اسے "افیون" سے تعبیر کیا۔ اسلام کی ترقی و ترویج کے امکانات کم ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ اب سننے میں آیا ہے کہ یورپ کے بے شمار لوگ "روحانیت" کی تلاش میں "ہندو مذہب" قبول کررہے ہیں۔ اگر مسلمان اپنی کھوئی وراثت کو حاصل کریں اور دعوت و تبلیغ کا کام "صوفیا" کے انداز سے کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ دن دور نہیں کہ مشرق کے ملحدین اور مغرب کے مادہ پرست لوگ اسلام کے سامنے اپنا سر جھکادیں اس لیے کہ پیاسے کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے اس کے لیے گھاٹ کا تشخص کوئی معنی نہیں رکھتا۔

مجھے یہاں نظامِ روحانیت کو بگاڑنے والے ان نام نہاد خانقاہ نشینوں سے بھی شکوہ ہے جن کے طیورِ ارواح تو فالج زدہ ہونے کی وجہ سے لاہوتی پرواز سے عاجز ہیں لیکن ان کے ہاں آباء پرستی، رسم افشائی اور قبر فروشی کے سارے کام گرما گرمی سے جاری ہیں۔ عوام الناس بھی روحانیت کا حقیقی تعارف نہ ہونے کی وجہ سے منزل آشنا نہیں ہونے پارہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ صداقت اور حقیقت رکھنے والی خانقاہوں سے "تزکیہ" کی ایک بھرپور تحریک اٹھے اور لوگوں کے سینوں سے ماسوی اللہ کو ختم کردے اور ان کا اٹھنا، بیٹھنا، سوچ اور فکر سبھی کو رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی کے مطابق بنادے۔ یہاں تک کہ خانقاہوں کے تربیت یافتہ خدا پرست لوگ احیائے دین کے لیے اپنا سب کچھ وقف کردیں۔

جو دوسروں کے لیے بے قرار ہو ہر دم
وہ مشتِ خاک، وہ پارہ تلاش کرتا ہوں

مذکورہ صدر ساری باتیں ہی ابتدائی نوعیت کی ہیں۔ اگر قومی اور ملی حیثیت سے ہم ایمان و عشق، علم و عمل اور روحانیت کے حامل ہوجائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے اسلامی انقلاب کا خاکہ تیار کرلیا۔ اس مرحلے کے بعد "باطل" کے خلاف ہمیں ایک قوت تیار کرنی ہے اور قوت کا تصور صرف افراد سے نہیں ہوتا، اس کے لیے ہمیں قرآن حکیم کے اس حکم پر عمل کرنا ہوگا۔

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ (انفال:٦٠)

''تیاری رکھو جتنی بھی تمہاری استطاعت ہو''۔

ہمارے کسانوں اور مزدوروں کو صنعت کاروں اور ہنرمندوں کو، معلّمین اور طلباً کو، ملازمین اور مؤظفین سبھی کو محنت کرنا ہوگی۔ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے پڑیں گے۔معاشی اور مذہبی فرقہ بندیاں ختم کرنا ہوں گی اور ضرورت کے مطابق ایثار اور قربانی پیش کرنا ہوگی۔یہی وہ سنگلاخ راستہ ہے جو ہماری ملت کو بین الاقوامی سطح پر ایک قوت اور طاقت کی صورت میں نمودار کر سکتا ہے۔

اس کے بعد ہمیں اپنی زندگی کا حقیقی مقصد پورا کرنے کے لیے جہاد فی سبیل اللہ شروع کرنا ہے۔اس کی عمومی صورت تو ''دعوت الی اللہ'' ہی رہے گی جس کا واضح مطلب زمین پر خدا کا نظام عدل قائم کرنا اور نظامِ ظلم کو جڑ سے اکھیڑنا ہے لیکن اگر کوئی طبقۂ انسانیت ظلم سے باز نہیں رہتا اور اپنے کفری نظام سے انسانیت کو ایذا پہنچانے پر تلے رہنے کی ٹھان لیتا ہے تو پھر خدائی فوج زمین میں ظلم واستیصال برداشت نہیں کر سکتی۔وہ ایک عزم اور حوصلے سے کفر وباطل کے خلاف کشمکش شروع کر دیتی ہے اور اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۱۰﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾

(الصّف:۱۰،۱۱)

''اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت نہ بتا دوں جو دردناک عذاب سے تمہیں نجات دے دے۔ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور جو تم سے لڑے اُس سے لڑو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ،تمہارے لیے بہتر یہی راہ ہے اگر تم کچھ جانتے ہو''۔

اس وقت یہ بات لائق مسرت ہے کہ قوم کے چند نوجوان اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے لیے ایک اُمنگ اور تڑپ لے کر کچھ کر گزرنے کے لیے تیار ہو رہے ہیں۔اللہ کرے ان کی شیرازہ بندی ہو اور ان کی محبتوں اور جہد وعمل کی تحریک باطل کی رسوائی اور اسلام کے احیاء کا باعث بن جائے۔ (آمین)

روشن کہیں بہار کے امکاں ہوئے تو ہیں
گلشن میں چاک چند گریباں ہوئے تو ہیں

سید ریاض حسین شاہ

سید ریاض حسین شاہ

سید ریاض حسین شاہ قرآن مجید و فرقان حمید کی تفسیر ''تبصرہ'' کے عنوان سے تحریر کر رہے ہیں۔ ان کا اسلوب نگارش منفرد اور دیگر مفسرین سے مختلف بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ انداز بیان سادہ اور دل کش ہے جس میں رموز و معانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم قارئین کی دل چسپی کے لیے سورۃ النساء کی آیت نمبر 45 تا 50 پیش کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

حرف حرف روشنی

سید ریاض حسین شاہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ بِاَعۡدَآئِکُمۡ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَلِیًّا ٭۫ وَّ کَفٰی
بِاللّٰہِ نَصِیۡرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ الَّذِیۡنَ ہَادُوۡا یُحَرِّفُوۡنَ الۡکَلِمَ عَنۡ
مَّوَاضِعِہٖ وَ یَقُوۡلُوۡنَ سَمِعۡنَا وَ عَصَیۡنَا وَاسۡمَعۡ غَیۡرَ
مُسۡمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَیًّۢا بِاَلۡسِنَتِہِمۡ وَ طَعۡنًا فِی الدِّیۡنِ ؕ وَ لَوۡ
اَنَّہُمۡ قَالُوۡا سَمِعۡنَا وَ اَطَعۡنَا وَاسۡمَعۡ وَ انۡظُرۡنَا لَکَانَ خَیۡرًا
لَّہُمۡ وَ اَقۡوَمَ ۙ وَ لٰکِنۡ لَّعَنَہُمُ اللّٰہُ بِکُفۡرِہِمۡ فَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ
اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿۴۶﴾ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ اٰمِنُوۡا بِمَا نَزَّلۡنَا
مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّطۡمِسَ وُجُوۡہًا
فَنَرُدَّہَا عَلٰۤی اَدۡبَارِہَاۤ اَوۡ نَلۡعَنَہُمۡ کَمَا لَعَنَّاۤ اَصۡحٰبَ
السَّبۡتِ ؕ وَ کَانَ اَمۡرُ اللّٰہِ مَفۡعُوۡلًا ﴿۴۷﴾ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ
یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَ مَنۡ
یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَقَدِ افۡتَرٰۤی اِثۡمًا عَظِیۡمًا ﴿۴۸﴾ اَلَمۡ تَرَ اِلَی
الَّذِیۡنَ یُزَکُّوۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ ؕ بَلِ اللّٰہُ یُزَکِّیۡ مَنۡ یَّشَآءُ
وَ لَا یُظۡلَمُوۡنَ فَتِیۡلًا ﴿۴۹﴾ اُنۡظُرۡ کَیۡفَ یَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ
الۡکَذِبَ ؕ وَ کَفٰی بِہٖۤ اِثۡمًا مُّبِیۡنًا ﴿۵۰﴾

''اور اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور اللہ ہی کی دوستی کافی ہے اور اللہ کا مددگار ہونا ہی بہت ہے، یہودی ہو جانے والوں میں سے کچھ لوگ ''کلام'' کو اس کی اصلی جگہوں سے ہٹاتے پھراتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے مانا نہیں اور کہتے ہیں سنو سنائے نہ جاؤ اور راعنا زبانوں کو بل دے کر ادا کرتے ہیں اور دین میں طعنہ زنیاں کرتے رہتے ہیں اور اگر ان کا کہنا یہ ہوتا کہ ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت کی اور ہماری عرض سنیے اور نظر فرمائیے ہم پر تو ان کے حق میں بہت بہتر اور درست ہوتا لیکن انکا حال یہ ہے کہ اللہ نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت کی ہے سو تھوڑے سے لوگوں کو چھوڑ کر وہ ایمان نہیں لائیں گے، اے کتاب دیے گئے لوگو! ایمان لے آؤ اس پر جسے ہم نے تصدیق کرنے والا بنا کر نازل کیا اس کے لیے جو تمہارے پاس ہے پہلے اس کے کہ ہم چہروں کو مسخ کر ڈالیں اور اُلٹا دیں انہیں پیٹھوں کی جانب یا ہم ان پر ایسی لعنت کریں جیسی ہم نے سبت والوں پر لعنت کی تھی اور اللہ کا حکم تو پورا ہو کر ہی رہنے والا ہوتا ہے، بے شک اللہ اسے تو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے علاوہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے گویا وہ گناہ عظیم سمیٹ لیتا ہے کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کو جو خود ہی اپنے آپ کو پاکیزہ گردانتے رہتے ہیں حالانکہ یہ اللہ کی شان ہے جسے چاہے پاکباز بنا دے اور وہ لوگ کھجور کی گٹھلی پر لگے ہوئے ریشہ برابر بھی ظلم نہ کیے جائیں گے، دیکھیے وہ لوگ کیسے اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہیں اور ایسا فحش گناہ ہی انہیں لے ڈوبنے کے لیے کافی ہوتا ہے''۔

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ بِاَعۡدَآئِکُمۡ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَلِیًّا ٭۫ وَّ کَفٰی بِاللّٰہِ نَصِیۡرًا ﴿۴۵﴾

''اور اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور اللہ ہی کی دوستی کافی ہے اور اللہ کا مددگار ہونا ہی بہت ہے''۔

آیت میں تین اظہارات توجہ چاہتے ہیں:

1۔ اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے

2۔ تمہاری ولایت، روحانی پشت پناہی اور کارسازی اور دوستی کے لیے اللہ کافی ہے

3۔ اور نصرت کے لیے بھی اللہ کافی ہے۔

یہ بات درست ہے کہ تعبیر و تفسیر کا پس منظر تو مدینہ میں یہودیوں کے ساتھ جو مسلمہ تحریک کی ٹھنی ہوئی تھی صراحت کے ساتھ مسلمانوں کو اللہ نے سمجھا دیا کہ وہ تمہارے دشمنوں کو خوب اور خوب جاننے والا ہے، وہ ان کے ہر دھوکے، ہر منصوبہ بندی، ہر چال اور ہر مکر کو جانتا ہے۔ اس میں تسلی ہے، تشفی ہے، ہر زخم کی مرہم ہے اور اعدائے دین کی ناکامیوں کا برملا اعلان ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ جس وقت اللہ نے اپنے اعلم اور مددگار ہونے کا اعلان کیا، ایک اپنا ولی ہونا ذکر کیا اور دوسرا اپنا مددگار ہونا ذکر کیا۔ ممکن ہے نصرت ہر اُس مدد کا اعلان ہو جو مادی علاقات سے تعلق رکھتی ہے اور ولایت ہر اس پشت پناہی کے لیے کنایہ ہو جس میں روحانی اور حسی دونوں قسم کی مددیں شامل ہوتی ہیں۔

مِنَ الَّذِیۡنَ ہَادُوۡا یُحَرِّفُوۡنَ الۡکَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِہٖ وَ یَقُوۡلُوۡنَ سَمِعۡنَا وَ عَصَیۡنَا وَاسۡمَعۡ غَیۡرَ مُسۡمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَیًّۢا بِاَلۡسِنَتِہِمۡ وَ طَعۡنًا فِی الدِّیۡنِ ؕ وَ لَوۡ اَنَّہُمۡ قَالُوۡا سَمِعۡنَا وَ اَطَعۡنَا وَاسۡمَعۡ وَ انۡظُرۡنَا لَکَانَ خَیۡرًا لَّہُمۡ وَ اَقۡوَمَ ۙ وَ لٰکِنۡ لَّعَنَہُمُ اللّٰہُ بِکُفۡرِہِمۡ فَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿۴۶﴾

''یہودی ہو جانے والوں میں سے کچھ لوگ ''کلام'' کو اس کی اصلی جگہوں

سے ہٹاتے پھراتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے مانا نہیں اور کہتے ہیں سنو سنائے نہ جاؤ اور راعنا زبانوں کو بل دے کر ادا کرتے ہیں اور دین میں طعنہ زنیاں کرتے رہتے ہیں اور اگر ان کا کہنا یہ ہوتا کہ ہم نے سن لیا اور ہم نے اطاعت کی اور ہماری عرض سنیے اور نظر فرمائیے ہم پر تو ان کے حق میں بہت بہتر اور درست ہوتا لیکن ان کا حال یہ ہے کہ اللہ نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت کی ہے سو تھوڑے سے لوگوں کو چھوڑ کر وہ ایمان نہیں لائیں گے''۔

قرآن اور تاریخ یہود

قرآن مجید کی اس آیت میں یہودی افکار و اعمال کی ظلمتیں بیان کی جا رہی ہیں۔ سب سے پہلے یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ کلام میں تحریف کے خوگر تھے۔ حقائق بدلنا، سچائیوں کے چہرے پر نقاب ڈالنا، احکام کا چہرہ مسخ کرنا، مفاہیم کے اندر توڑ پھوڑ کا مرتکب ہونا، سیدھی باتوں کو پیچیدہ بنانا اور موشگافیوں میں دجل و دھوکا سمو دینا ان کا تاریخی شوق تھا۔ وہ توحید باری ایسے شفاف عقیدے بھی ایسے بیان کرتے کہ اندھا آدمی بھی سمجھ لیتا کہ گستاخی ہو رہی ہے۔ مفسرین کے مطابق سابقہ کتابوں کی عبادتیں بدلتے، حسد اور بغض سے تحقیق کے نام پر تغیر اور تبدل کرتے، کبھی زبان مروڑتے، کبھی کندھے ہلاتے، کبھی جانی انجانی کرتے۔ اصل مرض ان کا یہ تھا کہ حتمی مرتبت کے اوصاف لوگوں سے چھپالیں، وہ کلام کا مدلول بدل کر بات کو اپنے بغض کا عکاس بنا لیتے۔ جھانسے دینے کے لیے ''سَمِعْنَا'' ادا کرتے جس کا مفہوم ہوتا ہم نے سن لیا تو ''اَطَعْنَا'' کی جگہ ''عَصَیْنَا'' کہہ دیتے۔ یہود ایک شرارتی، بے حس اور حیا اور ادب سے محروم قوم بن چکے تھے۔ وہ ہر بدتمیزی کر لیتے تھے۔ گفتگو سنتے ہوئے ''رَاعِنَا'' کو بدل کر گالی بنا لیتے۔ ان کی عداوتیں اور جسارتیں یہاں تک پہنچ گئی تھیں کہ کہہ دیتے سنو کہ کبھی نہ سنو، اس طرح وہ نادان انجان اور ان پڑھ بن کر حقیقت بدل دیتے۔ کبھی مولویانہ شاطرانہ اسلوب اور کبھی ان پڑھ ہونے کی بدتمیزی اور بدوی بے حیائی۔ سچے مسلمان حضور رحمت میں پاسِ ادب سے خوبصورت خوبصورت، پیارے پیارے اور ادب میں ڈوبے ہوئے لفظ حرم محبت میں اتارتے لیکن یہود تھے کہ ہر بات اور ہر ادا کا تمسخر اڑاتے۔

ان کے لیے بہتر یہ تھا

قرآن حکیم احسن انداز میں احسن کلامی کا ایک ہدیہ نذر تربیت کرتا ہے کہ ان کے لیے بہتر تو یہ تھا کہ وہ ہٹ دھرمی کی راہ چلنے کی بجائے سیدھی محبت کی راہ چلتے اور ادب زبانوں میں سمو کر اپنے عشق کا اظہار کرتے۔ ہم نے اللہ کا کلام سن لیا، ہم نے زبان رسالت کا تحفہ روحوں میں سمو لیا، ہم اطاعت کی راہ چلنے والے بن گئے، آپ ہماری عرضیاں یا رسول اللہ ﷺ قبول فرمائیں، ہماری رعایت فرمائیں، ہمیں مہلت دیں تا کہ ہم حقیقتوں کی روح تک پہنچ سکیں۔ ہم کس کے ہیں آپ ہی کے تو ہیں۔ یہ ادب، شوق اور مقام رسالت کا فہم ان کے لیے دنیا و آخرت میں خیر کا سرمایہ بن جاتا۔

لعنت کا راستہ بدقسمتی ہوتی ہے

لعنت کا مطلب ہوتا ہے کسی شخص کا اللہ کی رحمت سے دور ہو جانا اور مفسرین کبھی کبھی اللہ والوں سے دور ہو جانے کے لیے بھی یہ لفظ استعمال کر دیتے ہیں۔ یہود اپنی سرکشی اور بغاوت کی وجہ سے رحمت خدا سے دور ہو گئے، ان کی گستاخیاں اور بے باکیاں یقیناً موجب لعنت تھیں۔ ابوجہل، ابولہب اور یزید ایسے فاسق کو رعایتی نمبر زدینا بدقسمتی کے سوا کچھ نہیں، جھوٹے نظام کا پرچم بردار لعنتی نہیں تو اور کیا ہے؟ کعبے پر یہ منجنیق سے پتھر برسانے والا اور شراب پی کر قرآن کی آیات کا مذاق اڑانے والا رحمت کا مستحق تھوڑا ہی ہو سکتا ہے۔ لوگوں کو گندے کنویں کا راستہ نہیں بتانا چاہیے، صاف اور شفاف چشموں کی طرف رہنمائی کرنی چاہیے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾

''اے کتاب دیے گئے لوگو! ایمان لے آؤ اس پر جسے ہم نے تصدیق کرنے والا بنا کر نازل کیا اس کے لیے جو تمہارے پاس ہے پہلے اس کے کہ ہم چہروں کو مسخ کر ڈالیں اور اُلٹا دیں انہیں پیٹھوں کی جانب یا ہم ان پر ایسی لعنت کریں جیسی ہم نے سبت والوں پر لعنت کی تھی اور اللہ کا حکم تو پورا ہو کر ہی رہنے والا ہوتا ہے''۔

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

ایک مرتبہ حضرت محمد ﷺ نے یہود کے سرکردہ علماء سے کہا ان میں عبداللہ بن صوریا اور کعب بن اسد بھی موجود تھے:

''اے یہود!

اللہ سے ڈرو اور دین حق اسلام قبول کر لو۔ میں تمہارے پاس جو لے کر آیا واللہ حق وہی ہے''۔

یہود نے انکار کر دیا کہ ہم آپ اور آپ کے لائے ہوئے کو حق نہیں جانتے، اس پر یہ آیہ مقدسہ نازل ہوئی (149)۔

آیت میں ''طمس'' کی تشریح

''طمس'' کا معنیٰ کسی شئی کے نشانات کو بالکل مٹا دینا ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے ''طمست'' ستاروں کے مٹنے کے لیے استعمال کیا ہے۔ عرب ''طمس'' اور ''طسم'' دونوں لفظ مٹنے اور مٹانے کے لیے استعمال کر دیتے ہیں۔

قرآن میں موسیٰ علیہ السلام کی دعا میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے (150):

ربنا اطمس علی اموالھم

''پروردگا! ہمارے ان کے مالوں کو برباد کر دے''۔

علامہ بیضاوی نے ''نَّطْمِسَ'' کا معنیٰ حقیقی بھی لیا ہے اور مجازی بھی، آپ لکھتے ہیں (151):

''چہروں کے بگاڑ دینے کا مقصد چہروں کو گدی کی طرف پھیر دینا ہے۔ جب سارے اعضاء اپنی جگہ سے پھر جائیں تو ان میں بگاڑ خود بخود آ جائے گا اور ظاہر ہے یہ قیامت کے دن ہوگا''۔

علامہ بیضاوی نے یہ بھی لکھا کہ ''وجوہ'' سے مراد ان کے سرکردہ لوگ ہیں۔ اشارہ اہل کتاب کے رؤسا کی طرف ہے جو حقائق بدلتے تھے، کتمان حق کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے ''طمس'' کے عذاب سے پہلے ہی تمہارے لیے بہتر ہے کہ ایمان لے آؤ۔

خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس ''طمس'' کی تشریح یوں فرماتے تھے (152):

''طمس'' سے مراد ہدایت کی منزل سے محرومی ہے یعنی تمہاری تحریفات اور

بداندیشی کی وجہ سے تمہارے چہروں کو بگاڑ کر حق سے ضلالت اور گمراہی کی طرف پھیر دیا جائے گا۔ مراد یہ ہے کہ جب تم لوگ ہدایت سے اعراض اور بے رخی برت کر گمراہی کی طرف گھوموگے تمہیں مختلف قسم کی رسوائیوں، تاریکیوں اور ظلمتوں میں مبتلا کر دیا جائے گا"۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿٤٨﴾

"بے شک اللہ اسے تو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے علاوہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے گویا وہ گناہِ عظیم سمیٹ لیتا ہے"۔

اس آیۂ کریمہ کی تشریح اور تعبیر میں شرک کے دبیز، گمبھیر، ہولناک اور خوفناک جرم ہونے کی بات کی گئی ہے اور اس میں شک بھی نہیں کہ شرک ایک گندہ عمل، آلودہ فکر اور وحشت ناک بیماری ہے لیکن مجھے ان مفسرین کی بات زیادہ پسند آئی ہے جنہوں نے یہ لکھا ہے کہ یہ آیت موحدین کو اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے زیادہ اُمید دلانے والی ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرک کے علاوہ باقی گناہوں کی بخشش کی بات کی ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ارشادِ گرامی ہے کہ یہ آیت قرآن میں سب سے زیادہ اُمید دلانے والی ہے(153)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا(154):

"قرآن مجید کی یہ آیت ان آیات میں سے ہے جو اہلِ ایمان کے لیے ہر اس چیز سے عزیز تر ہے جس پر سورج ضوفشاں ہوتا ہے کیونکہ گناہوں کے ارتکاب کے بعد بعض اوقات انسان مایوس ہو جاتا ہے اور گناہوں میں پھنسا رہتا ہے۔ یہ آیت شرک کے علاوہ ہر گناہ کی بخشش کی امید دلاتی ہے۔ آیت میں شرک پر پکڑ تو مشرکوں کے لیے ہونے کی بات کی گئی مومن موحد کے لیے تو عفو و درگزر کا تحفہ دیا گیا ہے"۔

ذہن اور روح میں ڈال کر محفوظ کرنے والی بات یہ ہے کہ گناہ سب بخشے جا سکتے ہیں لیکن شرک ہرگز نہیں بخشا جائے گا، اس کے لیے بھی اگر عزمِ شرک چھوڑ دینے کا ہو، توبہ کر لی جائے اور موحد بن کر جینے کا عزمِ مصمم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کرم کی آغوش میں لینے کا وعدہ دلاتا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے وحشی کو معاف کر دینے کا وثیقہ مل گیا۔

شرک اس لیے قابلِ بخشش نہیں ہوتا کہ مشرک شخص اپنا ربطِ عملی اللہ تعالیٰ سے توڑ لیتا ہے اور لاشئی چیزوں، بتوں اور اصنام کی طرف خدائی صفات کو منسوب کر کے یا اللہ کی معبودیت میں کسی کو شریک کر کے مذموم فعل کا مرتکب ہوتا ہے۔ بندہ کی بندگی ہی اللہ کو خوش کر سکتی ہے۔ "غیر اللہ" سے وہ کچھ منسوب کر دینا جو اللہ ہی کی صفت ہو سکتی ہے ہرگز ہرگز نظر انداز کر دینے والی چیز نہیں ہو سکتی۔ محبوب کی محبوبیت میں کسی کو شریک نہیں کیا جا سکتا تو معبود کی معبودیت میں کیسے کسی کو شریک مانا جا سکتا ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ أَنْفُسَهُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿٤٩﴾

"کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کو جو خود ہی اپنے آپ کو پاکیزہ گردانتے رہتے ہیں حالانکہ یہ اللہ کی شان ہے جسے چاہے پاکباز بنا دے اور وہ لوگ کھجور کی گٹھلی پر لگے ہوئے ریشہ برابر بھی ظلم نہ کیے جائیں گے"۔

شانِ نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں:

"یہود اپنے بچوں کو لے کر حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے محمد ﷺ کیا یہ بچے گناہ گار ہو سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "نہیں"۔ اس پر یہود بولے قسم سے ہم بھی ان بچوں ایسے ہیں۔ ہم اگر رات کو گناہ کریں تو اللہ دن کو مٹا دیتا ہے اور اگر دن میں ہم گناہ کریں تو اللہ رات کو وہ گناہ ختم کر دیتا ہے۔ ان لوگوں کی اس قسم کی خودستائی کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی"۔

ابن کثیر نے لکھا کہ یہ آیت ان یہودیوں کے حق میں نازل ہوئی جو کہتے تھے ہم اللہ کے بیٹے ہیں، اس کے لاڈلے اور محب و محبوب ہیں، جنت میں صرف یہود داخل ہوں گے۔ یہ آیت اس قسم کی ڈینگیں مارنے پر یہود کے رد میں نازل ہوئی(155)۔

تزکیہ کا مفہوم

تزکیہ کا مطلب ہے پاک سمجھنا اور پاکیزگی سے کسی کو پہچاننا۔ یہ لفظ ٹھیک ہے کہ پاک کرنے، تربیت دینے اور رشد و ہدایت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اگر اس لفظ میں اعتقادی عظمت، تربیت اور عملی اصلاح ہو تو یہ محمود ہوتا ہے وگرنہ اپنے منہ میاں مٹھو بننا، خودستائی، ڈینگیں مارنا اور اپنی تعریفیں کرنا اور سننا مذموم ہوتا ہے۔

یاد رہے کہ تزکیہ کا تعلق تقویٰ سے ہوتا ہے اور تقویٰ کی بنیاد پر جو تزکیہ ہو معتبر تو وہی ہوتا ہے(156)۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں(157):

"کسی ایک کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ خودستائی میں مبتلا ہو۔ اپنی تعریفیں کرنا، اپنا تزکیہ کرنا اور شیخیاں بگھارنا اور خود کو گناہوں سے صاف قرار دینا شریعت میں درست نہیں۔ یقینی طور پر کسی کو کہہ دینا کہ وہ معصوم ہے ٹھیک نہیں ہوتا ہاں البتہ کسی مومن کے بارے میں حسنِ ظن رکھنا جائز ہے۔ ظن کی بنیاد پر یقینی حکم لگا دینا درست نہیں سمجھا گیا ہے"۔

"فَتِيْلًا" کا مفہوم

ابن سکیت کی تحقیق ہے کہ "فتیل" اس دھاگے اور باریک ریشے کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی کی جھری میں ہوتا ہے اور "نقیر" اس نقطے کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی کی پیٹھ پر ہوتا ہے اور "قطمیر" گٹھلی کے اوپر باریک پردہ اور جھلی کو کہتے ہیں(158)۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ انگلیوں کے باہم رگڑنے سے جو میل گرتی ہے وہ "فتیل" ہوتی ہے۔ بیضاوی لکھتے ہیں کہ یہ ضرب المثل ہے جو کسی چیز کی حقارت اور چھوٹا ہونے کو بیان کرتی ہے(159)۔

اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۖ وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿٥٠﴾

"دیکھیے! وہ لوگ کیسے اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہیں اور ایسا فحش گناہ ہی انہیں لے ڈوبنے کے لیے کافی ہوتا ہے"۔

قرآن مجید کی اس آیت میں سمجھنے والی بات یہ ہے کہ ایک شخص ہو یا ایک قوم وہ اپنے عقیدے میں مشرکانہ معمولات کی حامل ہو، سازشیں بُنتی رہتی ہو، نیکی کی عمارتیں گرانے پر تلی ہوئی ہو لیکن دعویٰ یہ کرے کہ اللہ کی وہ محبوب قوم ہے، دوزخ کی آگ اس سے قریب بھی نہیں پھٹک سکتی، اللہ سے ان کو دوستی کا درجہ حاصل ہے، اعمال میں وہ سودی دھندوں کے مبلغ ہوں، کیا یہ سب کچھ ایک تہمت اور افترا کی حیثیت نہیں رکھتا۔ رویوں کے جرائم فحش گناہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس تعامل سے ایک بزدلانہ

تحریک جنم لے لیتی ہے جس میں ایک دوسرے کے روبرو قصیدے پڑھے جاتے ہیں لیکن بغیب ایک دوسرے کی جڑیں کاٹی جاتی ہیں۔ یہودیوں کی زندگی اسی ناسور کی صنعتیں لگا رہی ہے۔ پوری دنیا افتروں، جھوٹوں، فحاشی اور گناہوں کی لپیٹ میں آ رہی ہے۔

آیت میں مسلمانوں کے لیے سبق یہ ہے کہ وہ اپنی سیرت اور صورت میں اسلام اور دین کو مسخ نہ کریں۔ یہ رویہ بالکل بھی درست نہیں کہ بظاہر تو ہم اپنی برگزیدگی کی غزل کاریاں اپنائیں اور بباطن اسلام کو اپنی عملی زندگی سے بے دخل کردیں۔

سوچنے والی بات یہ ہے کہ کہیں ہم اسلام کے نام پر جھوٹ کے افترے تو نہیں گھڑ رہے۔ ہماری محرابوں اور خانقاہوں کو خلوص کے ساتھ قرآن پڑھنا چاہیے۔ آیت مختصر ہے لیکن ماضی، حال اور مستقبل کی پوری تصویر اس آئینہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

واللہ اعلم

حوالاجات

(149) روح المعانی: آلوسی ایضاً کبیر ایضاً تفسیر نبوی ایضاً طبری

(150) تاج العروس: زبیدی ایضاً لسان العرب ایضاً قرطبی ایضاً رازی ایضاً محیط

(151) انوار التنزیل: بیضاوی ایضاً قرطبی ایضاً قونوی

(152) تفسیرات حسن بصری: ڈاکٹر شیر علی ایضاً الجامع لاحکام قرطبی ایضاً التفسیر المنیر ایضاً پانی پتی

(153) مجمع البیان: طبری (154) تفسیر نمونہ قلم کاروں کی ایک جماعت

(155) تفسیر القرآن: ابن کثیر ایضاً قرطبی ایضاً روح

(156) لسان العرب: ابن منظور ایضاً راغب ایضاً قرطبی ایضاً ابن عاشور

(157) تفسیر مظہری: پانی پتی (158) تفسیر کبیر: رازی

(159) انوار التنزیل: بیضاوی

بقیہ: درسِ حدیث

اے مالک لم یزل۔۔۔۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صداقت کی خیرات عطا فرما

مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مقام صدیقیت کا صدقہ نصیب فرما

اور غزہ و فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کو فتح دے دے

قبلۂ اول مسجد اقصیٰ کو پنجۂ یہود سے آزاد فرما

مولا علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت کے واسطے میں ظالموں کو برباد فرما۔

آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے کہا تھا:

دگرگوں کرد لا دینی جہاں را
ز آثار بدن گفتند جان را
ازاں فقرے کہ با صدیق رضی اللہ عنہ دادی
بشورے آر این آسودہ جاں را

"بے دینی نے جہان کو تہ و بالا کر دیا ہے حتیٰ کہ آج روح کو بھی جسم کہا جا رہا ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس درویشی سے جو آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو عطا کی، مسلمان کی آرام پسند اور عمل سے بے گانہ جان میں ایک ولولہ پیدا کر"۔

اور علامہ اقبال علیہ الرحمہ مولا علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم کی بارگاہ میں یوں عرض کناں ہیں:

مُسلمِ اوّل شہِ مرداں علی
عشق را سرمایۂ ایماں علی

"پہلے مسلمان اور مردوں کے سردار علی ہیں، عشق کے لیے ایمان کا سرمایہ علی ہیں"۔

از ولائے دودمانش زندہ ام
در جہاں مثلِ گہر تابندہ ام

"میں ان کے خاندان کی محبت سے زندہ ہوں اور دنیا میں موتیوں کی مانند چمک رہا ہوں"۔

زمزم ار جوشد ز خاکِ من، ازوست
مے اگر ریزد ز تاکِ من، ازوست

"اگر میری خاک سے زمزم ابلتے ہیں تو یہ انہی سے ہے اور اگر میری انگور کی شاخ سے مے ٹپکتی ہے تو یہ بھی علی سے ہے"۔

از رُخِ اُو فال پیغمبر گرفت
ملّتِ حق از شکوہش فر گرفت

"ان کے چہرۂ مبارک سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فال لیا کرتے تھے اور ملّتِ حق نے ان کی شان و شوکت سے عزت حاصل کی"۔

حضرت لالہ جی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشادِ گرامی

"صاحب نسبت شخص جب یادالٰہی میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس پر گزرنے والی واردات تین حالتوں سے خالی نہیں اگر تو وہ بالکل سطحی، وقتی اور عارضی ہوں تو یکسوئی کی اس کیفیت کو وقت کہہ دیتے ہیں اور اگر ان میں استقلال آ جائے تو پھر یہ حال بن جاتی ہیں اور حال باقاعدہ ایک نور کی شکل میں ہوتا ہے جو سالک کے سر سے لے کر اس کے مقام تک طولانی کرن کی صورت میں نظر آتا ہے اور یہ بھی ذہن میں رکھا جائے حال بے عملی اور بے اتفاقی سے زائل بھی ہو جاتا ہے ہاں اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ گرائے تو نہیں گرتا اور حال ملکہ راسخہ بن جائے تو پھر اسے مقام کہتے ہیں"۔

سنابلِ نور سے ایک اقتباس

منجانب: سید فضل حسین شاہ، راولپنڈی

مقام صدیقیت

حافظ سخی احمد خان

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ، قَالَ: كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ، إِذْ أَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ آخِذًا بِطَرَفِ ثَوْبِهِ حَتَّى أَبْدَى عَنْ رُكْبَتِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: »أَمَّا صَاحِبُكُمْ فَقَدْ غَامَرَ« فَسَلَّمَ وَقَالَ: إِنِّي كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ ابْنِ الخَطَّابِ شَيْءٌ، فَأَسْرَعْتُ إِلَيْهِ ثُمَّ نَدِمْتُ، فَسَأَلْتُهُ أَنْ يَغْفِرَ لِي فَأَبَى عَلَيَّ، فَأَقْبَلْتُ إِلَيْكَ، فَقَالَ: »يَغْفِرُ اللَّهُ لَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ ثَلاَثًا، ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ نَدِمَ، فَأَتَى مَنْزِلَ أَبِي بَكْرٍ، فَسَأَلَ: أَثَمَّ أَبُو بَكْرٍ؟ فَقَالُوا: لاَ، فَأَتَى إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَلَّمَ، فَجَعَلَ وَجْهُ النَّبِيِّ ﷺ يَتَمَعَّرُ، حَتَّى أَشْفَقَ أَبُو بَكْرٍ، فَجَثَا عَلَى رُكْبَتَيْهِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَاللَّهِ أَنَا كُنْتُ أَظْلَمَ، مَرَّتَيْنِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: »إِنَّ اللَّهَ بَعَثَنِي إِلَيْكُمْ فَقُلْتُمْ كَذَبْتَ، وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ صَدَقَ، وَوَاسَانِي بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، فَهَلْ أَنْتُمْ تَارِكُوا لِي صَاحِبِي« مَرَّتَيْنِ، فَمَا أُوذِيَ بَعْدَهَا (بخاری شریف)

''حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی چادر کا ایک کنارہ اٹھائے ہوئے آئے یہاں تک کہ آپ کا گھٹنا ننگا ہوگیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے دوست کسی سے لڑکر آئے ہیں'' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سلام کیا اور کہا: اللہ کے رسول ﷺ! میرے اور ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے درمیان کسی بات پر کچھ جھگڑا ہوگیا تھا۔ میں نے جلدی سے انہیں ایسا ویسا کہہ دیا پھر مجھے ندامت ہوئی۔ میں نے ان سے معذرت کی اور معافی کا سوال کیا لیکن انہوں نے انکار کردیا۔ اب میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابوبکر رضی اللہ عنہ! اللہ تجھے معاف فرمائے۔'' آپ نے یہ تین مرتبہ کہا پھر ایسا ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ شرمندہ ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر پر آئے اور دریافت کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ یہاں موجود ہیں؟ گھر والوں نے جواب دیا: نہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور انھیں سلام کیا۔ انھیں دیکھ کر نبی کریم ﷺ کا چہرہ انور متغیر ہونے لگا حتیٰ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ڈرے اور دوزانو بیٹھ کر عرض کرنے لگے: اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کی قسم! زیادتی میں نے ہی کی تھی۔ انہوں نے دو مرتبہ یہ جملہ کہا۔ اس وقت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا تو تم لوگوں نے مجھے جھٹلایا لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے سچا کہا اور انھوں نے اپنے مال اور اپنی جان سے میری خدمت کی۔ کیا تم میری خاطر میرے دوست کو ستانا چھوڑ دو گے؟'' اور آپ نے یہ دو مرتبہ فرمایا: اس ارشاد گرامی کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پھر کسی نے نہیں ستایا''۔

جمادی الثانی امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب کہ رجب شریف مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حسین نسبتوں کا حامل مہینہ ہے۔ اسی مناسبت سے بخاری شریف سے مذکورہ بالا فرمانِ رسول ﷺ کی تفہیم کی سعی کرتے ہیں اور اس مقصد کے لیے درج ذیل نکات قائم کیے جاتے ہیں:

1۔شانِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

2۔صفات وعلاماتِ صدیق رضی اللہ عنہ

3۔منصب صدیقیت

4۔مولا علی رضی اللہ عنہ کی شانِ صدیقیت

5۔علامہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی گواہی

6۔امام احمد رضا کا نظریہ وعقیدہ

7۔صدیقین کی صحبت کا اجر

1۔شانِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

درج بالا فرمان مبارک سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دو جہتوں سے شان نمایاں ہے:

1۔رسول اللہ ﷺ کی تصدیق میں مقدم

آقائے رحمت ﷺ حرا کی چوٹیوں سے جب پیغام حق لے کر تشریف لائے تو اُم المؤمنین سیدتنا خدیجۃ الکبریٰ اور تمام اہل خانہ نے حق کی اس آواز کو قبول کیا اور پھر تحریک اسلام دعوتِ توحید کے ساتھ گھر سے باہر پہنچی تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر دامن رسول میں عافیت پائی جبکہ دیگر افراد ابھی انکار و تکذیب کی روش اختیار کیے ہوئے تھے۔ ایمان قبول کرنے کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ زمانے بھر کر سامنے ڈٹ کر کھڑے رہے۔ مال و دولت تھا تو سب بارگاہِ رسالت میں قربان کردیا، جان لٹانے کی باری آئی تو گھر بار، ماں باپ اولاد سب کو چھوڑ کر سفرِ ہجرت میں غارِ ثور میں حقِ وفا ادا کیا ہے۔ ہر موقع، ہر مرحلہ اور ہر حال میں رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کی۔

2۔میرا صاحب اور میری خاطر

جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مقام محبوب ربّ العالمین ﷺ کی بارگاہ میں کیا اور کتنا ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے انہیں میرا صاحب کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا احترام وعزت میری خاطر کرو۔ قرآن مجید نے بھی انہیں ''لصاحبہ'' کے ساتھ یاد فرمایا: میرا دوست اور میری خاطر کہنے میں جو لذت اور محبت ہے اسے صرف کوئی عاشق ہی جان سکتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کی شان میں سورۃ المائدہ کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی اور علامہ اسماعیل حقی نے سورۃ التوبہ کی تفسیر میں آقا کریم ﷺ کا یہ فرمان بھی روایت کیا ہے، جو عظمت ورفعتِ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر دوٹوک دلیل ہے اور بارگاہِ رسالت میں اُن کے مقام کو بھی واضح کردیتا ہے:

مَاصَبَ اللّٰہُ شَیْئًا فِي صَدْرِي إِلَّا وَصَبَبْتُهُ فِي صَدْرِ أَبِي بَکْرٍ

''اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں جو کچھ ڈالا، میں نے اسے ابوبکر کے سینے میں ڈال دیا''۔

جو پیمبر ﷺ کی نوا وہ تھی نوائے صدیق رضی اللہ عنہ
جو پیمبر ﷺ کی رضا وہ تھی رضائے صدیق رضی اللہ عنہ
تھی سکوں بخش پیمبر ﷺ کو لقائے صدیق رضی اللہ عنہ
اللہ اللہ وہ کیا ہو گی ادائے صدیق رضی اللہ عنہ

2۔صفات وعلاماتِ صدیق

علامہ آلوسی علیہ الرحمہ سورۂ یوسف کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

الصدیق من لا یتغیر علیه باطن أمره من ظاهره

''صدیق وہ ہوتا ہے جس کے باطن میں ظاہر کے حالات سے تغیر وتبدل پیدا نہیں ہوتا''۔

حالات کچھ بھی ہوں، مشکلات کتنی بھی کیوں نہ ہوں دشمن کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں، صدیق اپنے نظریہ، اپنی سوچ، عقیدے اور وفا سے کسی بھی طور پر سمجھوتہ نہیں کرتا، اسی لیے معاملہ لشکر اسامہ بن زید کا ہو یا منکرین زکوٰۃ سے جہاد کا یا پھر مسیلمہ کذاب کے خلاف فوج کشی کرنی ہو، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا باطن متزلزل نہ ہوا اور مضبوط ومحکم فیصلہ میں تذبذب پیدا نہ ہوا۔

علامہ آلوسی ہی صدیق کی دوسری صفت یوں بیان فرماتے ہیں:

الذي لا یخالف قاله حاله

''صدیق وہ ہوتا ہے کہ جس کا قول اُس کے حال کے مخالف نہیں ہوتا''۔

یعنی صدیق کا ظاہر و باطن میں فرق نہیں ہوتا، اُس کے قول وفعل میں تضاد نہیں، اُس کے عمل میں منافقت نہیں ہوتی اور اُس کے انداز میں ریاکاری وجھوٹ بھی نہیں ہوتا۔صدیق کی یہ تعریف بھی جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر پوری آتی ہے۔یعنی اُن کا قول بھی رسول اللہ ﷺ کے ذکر سے مزین اور اُن کا دل بھی اُنہیں کی یاد میں دھڑکتا ہے۔

علامہ آلوسی علیہ الرحمہ صدیق کی ایک اور تعریف وصفت یوں بیان کرتے ہیں:

الذي یبذل الکونین في رضا محبوبه

''جو محبوب کی رضا میں دونوں جہان قربان کردے''۔

اس اعتبار سے بھی حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انداز جدا ہے۔تبوک کے موقع پر اپنا سب کچھ ہی بارگاہِ رسالت میں لے کر حاضر ہو گئے۔آقا رحمت ﷺ نے بھی اپنے صدیق کی ادائے محبت کو اُجاگر کرنے کے لیے باقی سب سے یہ سوال کیا کہ کیا لیکر آئے ہو؟ مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سوال ہی بدل دیا اور ارشاد فرمایا:

ما ابقیت لاهلک ـــــ

''اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو''؟

عرض کی:

ابقیت لهم الله ورسوله ـــــ

''میں اُن کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی ذات کو چھوڑ کر آیا ہوں''۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہر وقت اور ہر دَم جانِ عالمیاں ﷺ پر اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کو اپنا سب سے محبوب وظیفہ جانتے اور مانتے تھے اسی لیے ایک موقع پر اپنی خواہش کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت میں عرض کرنے لگے: یارسول اللہ ﷺ! مجھے اس جہان میں بس تین ہی چیزیں پسند ہیں:

النظر إلی وجه رسول الله ﷺ، و إنفاق مالي علی رسول الله ﷺ، وأن یکون ابنتي تحت رسول الله

''آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس کو تکتے رہنا، اللہ کا عطا کردہ مال آپ ﷺ کے قدموں پر نچھاور کرنا اور میری بیٹی کا آپ ﷺ کے عقد میں آنا''۔

بخت ایسا کہ نہیں اور کسی کا ویسا
صدق کہ اتنا کہیں اپنے پرائے صدیق رضی اللہ عنہ
گردِ تشکیک نہیں نورِ یقیں سے بھرپور
روشن آئینہ ہے اک قلبِ صفائے صدیق رضی اللہ عنہ
کل اثاثہ رہِ مولیٰ میں لٹانے والا
لائقِ دید ہے معیارِ غنائے صدیق رضی اللہ عنہ

3۔منصب صدیقیت

منصب ومقام صدیقیت کو اُجاگر کرتے ہوئے، حضور مفسر قرآن سیدی وسندی قبلہ شاہ جی حضور سورۃ النساء میں ارشاد فرماتے ہیں:

''یہ فعیل کے وزن پر معنیٰ میں مبالغہ کے لیے آتا ہے۔یہ لوگ صدق میں اعلیٰ درجہ پر فائز ہوتے ہیں اور انبیائے کرام کی ظاہراً اور باطناً پیروی کا وصف اُنہیں حاصل ہوتا ہے۔یہ کمالاتِ نبوت میں مستغرق ہوتے ہیں۔ ان کے جذبۂ اتباع اور صدق کی وجہ سے یہ بلاواسطہ مشکوٰۃ نبوت سے فیض یاب رہتے ہیں''۔

صدیق ہی کی لفظی اور معنوی تعبیر میں علامہ رشید رضا مصری لکھتے ہیں:

''صدیق وہ ہوتا ہے جس پر صدق غالب ہو''۔

راغب نے بھی صدیق کا معنیٰ یہی لکھا کہ افعال واقوال میں صدق کثرت سے چھایا ہوتا ہے۔یہ بھی کہا گیا کہ صدیق وہ ہوتا ہے جس سے کذب صادر نہ ہو، صدیق کی معنوی تعبیر کرتے ہوئے وہ مزید لکھتے ہیں کہ اعتقاد میں صدق اور تصدیق دونوں صدیق کو حاصل ہوتے ہیں۔صدیق کے ذریعے مکارم شریعت کا کام لیا جاتا ہے۔اس طبقہ کی فطرت زکی ہوتی ہے، مزاج معتدل ہوتا ہے، اسرار گہرے ہوتے ہیں۔یہ لوگ اپنی طبعی استعداد کی وجہ سے حق اور باطل میں فوراً تمیز کر لیتے ہیں۔صدیقین کا باطن منور، صاف اور مجلیٰ ہوتا ہے۔یہ ہمیشہ تصدیق حق ہی کرتے ہیں۔

درج بالا اقتباس وحوالہ سے یہ بات واضح اور نمایاں ہوجاتی ہے کہ صدیقین ایسی ہستیاں ہوتی ہیں جنہیں رسول اللہ ﷺ کی براہِ راست توجہ خصوصی حاصل ہوتی ہے اور وہ قُربِ رسول کی منزل پر فائز ہوتے ہیں۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قیامت تک صدیقین آتے ہی رہیں گے۔

4۔مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان صدیقیت

سنن ابن ماجہ میں مولا علی پاک کا اپنا فرمان ہے:

عن عباد بن عبد الله، قال: قال علي: أنا عبد الله، وأخو رسوله ﷺ، وأنا الصدیق الأکبر، لا یقولها بعدي إلا کذاب، صلیت قبل الناس بسبع سنین

''عباد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول ﷺ کا بھائی ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں، میرے بعد اس فضیلت کا دعویٰ جھوٹا شخص ہی کرے گا، میں نے سب لوگوں سے سات برس پہلے نماز پڑھی''۔

حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے درج ذیل روایت فرماتے ہیں جو اس مفہوم کو اور زیادہ مؤکد کر دیتی ہے:

عن أبي ذر، عن النبي ﷺ أنه، قال لعلي بن أبي طالب: أنت أول من آمن بي، وأنت أول من يصافحني يوم القيامة، وأنت الصديق الأكبر، وأنت الفاروق تفرق بين الحق والباطل، وأنت يعسوب المؤمنين، والمال يعسوب الكفار (مسند البزار)

''حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم سب سے پہلے مجھ پر ایمان لے کر آئے اور تم ہی سب سے پہلے قیامت کے دن مجھ سے مصافحہ کرو گے اور تم ہی تو صدیق اکبر ہو اور تم وہ فاروق ہو جو حق و باطل کے درمیان تمیز و فرق واضح کرنے والے ہو۔ تم مؤمنوں کے سردار ہو اور مال کافروں کا سردار ہے''۔

5۔ علامہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی گواہی

اشعۃ اللمعات کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

وصدیق اگرچہ لقب امیر المؤمنین ابی بکر شدہ رضی اللہ عنہ ولیکن معنی این منحصر نیست در وی صادق است بر غیر او از صدیقان وسیوطی بطرق متعددہ در مناقب امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ آوردہ کہ این اول کسی است کہ ایمان آوردہ و اول کسی است کہ مصافحہ میکند روز قیامت واین صدیق اکبر وفاروقِ این امت است

''یعنی صدیق اگرچہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لقب ہو چکا ہے لیکن اس کے معنی حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں منحصر نہیں بلکہ آپ کے علاوہ دیگر صدیقین میں بھی پائے جاتے ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی کئی طرق سے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے مناقب میں یہ بات بیان کرتے ہیں کہ مولا علی رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جو سب سے پہلے ایمان لائے اور وہ شخص ہیں جو قیامت کے روز سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے مصافحہ کریں گے اور آپ صدیقِ اکبر ہیں اور آپ ہی اس اُمت کے فاروق ہیں''۔

(اشعۃ اللمعات)

یہ بات تو اوّلین وآخرین، متقدمین ومتاخرین، علماء، فقہاء، مفسرین ومحدثین سب ہاں کے متفقہ ہے کہ تمام اولیاء کے سردار و امام مولا علی رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔

علی علیہ السلام کے فیض سے لاہور روشن
علی علیہ السلام کے دم سے اجمیری نشاں ہے
علی علیہ السلام کا نام ہے کلیر میں صابر
علی علیہ السلام سے خسروِ شیریں بیاں ہے
علی علیہ السلام کا ہی نظام دہلوی ہے
علی علیہ السلام کی ''لاٹ'' ہی قطبی نشاں ہے
علی علیہ السلام خواجہ فریدالدیں کی منزل
علی علیہ السلام پاک پتن کی جانِ جاں ہے
علی علیہ السلام کے نام سے مولائے رومی
علی علیہ السلام تبریز کا سِر نہاں ہے

6۔ امام احمد رضا کا نظریہ وعقیدہ

امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ بھی فتاویٰ رضویہ میں اسی نظریہ کے قائل ہیں: یہ حدیث حضرت امیر المؤمنین کے لیے مرتبہ صدیقیت کا حصول بتاتی ہے۔ امام احمد رضا خان انباء الحی میں مولائے کائنات مولا علی کے فرمانِ گرامی ''فإنكم لا تسألون مثلي'' یعنی میرے بعد تم مجھ جیسی شخصیت سے نہ پوچھ پاؤ گے کے تحت حاشیہ میں فرماتے ہیں:

و قد احترس رضي الله عنه للأشياخ الثلاثة رضوان الله تعالى عليهم إذ نفي الحال و الاستقبال دون الماضي، و ذلك كقوله كرم الله تعالى وجهه أنا الصديق الأكبر لا يقولها بعدي إلا كذاب

''یعنی مولائے کائنات مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، سیدنا عثمانِ ذوالنورین رضی اللہ عنہم کے مقام کو محفوظ رکھا کیونکہ آپ نے حال واستقبال کی نفی کی کیونکہ فعلِ مضارع حال واستقبال کے لیے استعمال ہوتا ہے نہ کہ ماضی کی اور مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانِ گرامی آپ کے اس فرمانِ گرامی کی مانند ہے کہ میں ہی صدیقِ اکبر ہوں میرے بعد یہ بات صرف جھوٹا کرے گا''۔

ایک اور مقام پر آقائے رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الصِّدِّيقُونَ ثَلَاثَةٌ: حَبِيبُ بْنُ مُرِّيٍ النَّجَّارُ مُؤْمِنُ آلِ يَاسِينَ، وَحِزْقِيلُ مُؤْمِنُ آلِ فِرْعَوْنَ، وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ الثَّالِثُ، وَهُوَ أَفْضَلُهُمْ

''صدیق تین ہیں: حبیبِ نجار مؤمنِ آلِ یاسین اور خرتیل مؤمنِ آلِ فرعون اور علی بن ابی طالب ان تینوں سے افضل ہیں رضی اللہ عنہم''۔

مناقب علی، فضائل الصحابة، معرفة الصحابة لابی نعیم، ترتیب الامالی الخمیسیة للشجری، المؤتلف والمختلف، لابن المغازلی، تاریخ دمشق، للدارقطنی، الجامع الصغیر

علی گھرانۂ شاہِ سماء و ارض کی لاج
علی رئیسۂ خلد بریں کے ماتھے کا تاج
علی کی دل پہ حکومت علی کا روح پہ راج
علی کے سارے زمانے علی کا کل اور آج

7۔ صدیقین کی صحبت کا اجر

صدیقین کی محبت، عقیدت اور توجہ کے ذریعے سے اللہ ربّ العالمین حجابات دور کر دیتا ہے اور نبیٔ رحمت ﷺ کی بارگاہ تک حاضری اور حضوری نصیب ہو جاتی ہے۔ قبر وآخرت کی منازل آسان بنا دی جاتی ہیں اور ولایت کا مقام ومنصب صدیقین کی توجہ سے عطاء کیا جاتا ہے۔ سب سے بڑھ کر قرآن مجید نے کہا کہ جنت میں بھی اللہ ربّ العزت انہی کی صحبت کے توسل سے رسول اللہ ﷺ کے قرب کا ٹھکانہ عطا فرما دیتا ہے۔

بقیہ: صفحہ نمبر 13 پر

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنات کے نام نامہ مبارک اور جنات کی حقیقت

حصہ دوم

ڈاکٹر محمد اظہر نعیم

جنات کا کھانا پینا

قوم جن کا ایک وفد بارگاہ رسالت اقدس حضور پرنور سید المرسلین ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور اپنے لیے خوراک طلب کی تو آپ ﷺ نے انہیں ارشاد فرمایا کہ آپ کے لیے ہر ہڈی ہے جس پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام لیا گیا ہو یعنی حلال جانور کی ہڈی وہ آپ کے ہاتھ پر اس حال میں ہوگی جس طرح پہلے تھی یعنی جس طرح پہلے اس پر مکمل گوشت تھا مطلب کہ گوشت کھائی ہوئی ہڈی تمہارے ہاتھ میں گوشت سے پر حالت میں واپس آجائے گی پھر انسانوں سے مخاطب ہوکر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہڈی اور گوبر سے استنجاء نہ کیا کرو یہ تمہارے جنات بھائیوں کی خوراک ہیں۔

اس روایت کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت فرمایا ہے۔تو جنوں میں سے مومن جنوں کا کھانا ہر وہ ہڈی ہے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو کیونکہ نبی ﷺ نے ان کے لیے جس پر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو اسے ان کے لیے مباح قرار نہیں دیا اور وہ جس پر بسم اللہ نہیں پڑھی گئی وہ کافر جنوں کے لیے ہے۔

کیا جنات انسانی بدن میں داخل ہو سکتے ہیں؟

شریر جنات مختلف روپ میں آکر مسلمانوں کو ستاتے ہیں بلکہ بسا اوقات تو انسانی جسم میں ظاہر ہو کر کسی بزرگ کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور پھر لوگوں کے سوالات کے الٹے سیدھے جوابات دیتے ہیں، بیماریوں کا علاج بتاتے ہیں وغیرہ، اسی کو فی زمانہ حاضری کا نام دیا جاتا ہے اور جن سے پوچھتے ہیں فلاں مقدمہ میں کیا ہوگا؟ فلاں کام کا انجام کیا ہوگا؟ یہ حرام ہے، تو اب جن غیب سے نرے جاہل ہیں ان سے آئندہ کی بات پوچھنی عقلاً حماقت اور حرام ہے اور ان (جنات) کی غیب دانی کا اعتقاد ہو تو کفر ہے۔

واضح رہے کہ جنات انسان کو دو طرح سے تکلیف دے سکتے ہیں:

- اس کے جسم سے باہر رہتے ہوئے
- اس کے جسم میں داخل ہو کر۔

پہلی قسم کی مثال میں حدیث مبارکہ پیش خدمت ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ شہنشاہ مدینہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں: "ابن آدم کو جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کی پیدائش کے وقت شیطان اس کو مس کرتا ہے (یعنی چھوتا ہے) اور شیطان کے مس کرنے سے وہ بچہ چیخ مار کر روتا ہے ماسوا حضرت مریم رضی اللہ عنہا اور ان کے بیٹے کے۔

(صحیح بخاری، حدیث 3431، ج ۲، ص 453)

دوسری قسم میں جنات کا انسان کے بدن میں داخل ہونے کے بارے میں امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبداللہ نے امام احمد سے کہا کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ جن انسان کے بدن میں داخل نہیں ہوتا، انہوں نے کہا: اے بیٹے وہ جھوٹ بولتے ہیں۔جن انسان کی زبان پر کلام کرتا ہے اور یہ قرآن واحادیث سے بھی ثابت ہے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ترجمہ: ''قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا''۔

(البقرہ 275)

علامہ محمد بن انصاری قرطبی اس آیت مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں:

''یہ آیت اس شخص کے انکار کے فساد پر دلیل ہے جو یہ کہتا ہے کہ انسان کو پڑنے والا دورہ جن کی طرف سے نہیں اور گمان کرتا ہے کہ یہ طبیعتوں کا فعل ہے اور شیطان انسان کے نہ تو اندر چلتا ہے اور نہ چھوتا ہے''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت آقا ﷺ کے پاس اپنے بیٹے کو لائی اور عرض گزار ہوئی کہ یارسول اللہ ﷺ میرے بیٹے کو جنون عارض ہوتا ہے اور یہ ہم کو تنگ کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی۔ اس نے قے کی اور اس کے پیٹ سے سیاہ کتے کے پلے کی طرح کوئی چیز نکلی۔

(مسند الدارمی، حدیث 19، ج ا، ص 24)

اسی طرح ام ابان رضی اللہ عنہا اپنے والد سے روایت کرتی ہیں کہ ان کے دادا آنحضرت ﷺ کے پاس اپنے ایک مجنون (اس کے معنیٰ پاگل بھی ہو سکتے ہیں اور جن زدہ بھی) بیٹے یا بھتیجے کو لے گئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں اپنے اس بیٹے یا بھتیجے کو جو مجنون ہے دعا کے لیے لایا ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا: اسے میرے پاس لے آؤ، میں آپ کے پاس لے گیا۔آپ ﷺ نے فرمایا: اسے مجھ سے قریب کردو اور اس کی پشت میری طرف کردو، چنانچہ آپ ﷺ نے اس کے کپڑے پکڑ کر اس کی پشت پر مارنا شروع کیا یہاں تک کہ مجھے آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دینے لگی۔آپ ﷺ مارتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ ''اے دشمنِ خدا نکل'' چنانچہ وہ تھوڑی دیر میں تندرستوں کی طرح دیکھنے لگا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی: 5/275)

اسی طرح جنات کا انسانوں کو گمراہ کرنا بھی ثابت ہے اور اس کے وسوسہ سے پناہ مانگنے کی تلقین وارد ہے۔

قرآن مجید میں سورۃ الانعام میں ہے:

وَ یَوۡمَ یَحۡشُرُهُمۡ جَمِیۡعًا ۚ یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ قَدِ اسۡتَکۡثَرۡتُمۡ مِّنَ الۡاِنۡسِ ۚ وَ قَالَ اَوۡلِیٰٓؤُهُمۡ مِّنَ الۡاِنۡسِ رَبَّنَا اسۡتَمۡتَعَ بَعۡضُنَا بِبَعۡضٍ وَّ بَلَغۡنَاۤ اَجَلَنَا الَّذِیۡۤ اَجَّلۡتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثۡوٰىکُمۡ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّکَ حَکِیۡمٌ عَلِیۡمٌ ﴿۱۲۸﴾

''اور جس دن وہ ان سب کو جمع فرمائے گا (تو ارشاد ہوگا) اے گروہِ جنات (یعنی

شیاطین) بے شک تم نے بہت سے انسانوں کو (گمراہ) کرلیا اور انسانوں میں سے ان کے دوست کہیں گے: اے ہمارے ربّ! ہم نے ایک دوسرے سے (خوب) فائدے حاصل کیے اور (اسی غفلت اور مفاد پرستی کے عالم میں) ہم اپنی اس میعاد کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر فرمائی تھی (مگر ہم اس کے لیے کچھ تیاری نہ کر سکے)۔ اللہ فرمائے گا کہ (اب) دوزخ ہی تمہارا ٹھکانا ہے ہمیشہ اسی میں رہو گے مگر جو اللہ چاہے۔ بے شک آپ کا ربّ بڑی حکمت والا خوب جاننے والا ہے''۔

جنات کا بسیرا

امام جلال الدین السیوطی لکھتے ہیں کہ جنات اکثر و بیشتر نجاست کی جگہوں پر ہوتے ہیں مثلاً کھجوروں کا جھنڈ، بیت الخلاء، کچرے کے ڈھیر اور غسل خانوں میں رہتے ہیں (شیطان/جن) (لقط المرجان فی احکام الجان، مساکن الجن، ص 68)۔ اس کے علاوہ جنات ٹیلوں، وادیوں، بلوں (سوراخوں) ویرانوں میں، اور انسانوں کے ساتھ اُن کے مکانوں میں بھی رہتے ہیں۔ چکنائی والے کپڑے اور جھاڑیوں میں بھی جنات رہتے۔ عام طور پر خبیث جنات کی جگہیں اس لیے وہاں پر عبادت کرنے اور نماز پڑھنے سے منع فرمایا اور سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے مطابق جنات سے پناہ طلب کرنے کے متعلق حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''درحقیقت نجس جگہیں، مسکن شیاطین و جنات ہیں، پس جس وقت آپ بیت الخلا میں جائیں، کہا کریں (اے اللہ عزوجل میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں شریر جنوں اور شریر جنیوں سے''۔

(الترمذی، کتاب الطہارۃ، ج 1، حدیث 6)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے جنات کے وجود کے متعلق ارشاد فرمایا: جنات کی آنکھوں اور انسانوں کی شرم گاہوں کے درمیان پردہ یہ ہے کہ جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کو جائے تو یہ پڑھا کرے:

اللھم انی اعوذبک من الخبث والخبائث

''اے اللہ! میں آپ سے پناہ پکڑتا ہوں خبیث جنوں سے اور خبیث جنیوں سے''۔

(الترمذی، کتاب الطہارۃ، ج 1، حدیث 5)

مسلمان جنات بھی مسلمانوں کے گھروں میں بسیرا کر لیتے ہیں۔ یہ تکلیف کا باعث نہیں ہوتے بلکہ کسی حد تک سودمند بھی ہوتے ہیں کیونکہ اس طرح کم از کم شیاطین جنات اُن گھروں پر دھاوا نہیں بولتے لیکن جن گھروں میں بیہودگی اور فحاشی وغیرہ اور جن رہائش گاہوں میں اللہ کریم کا قطعی ذکر نہ کیا جائے، تو یہ مسلمان جنات اُس گھر سے کُوچ کر جاتے ہیں اور ان کے نہ ہونے سے کافر جن اُن گھروں پر قبضہ جما لیتے ہیں اور اہل خانہ کے لیے پریشانی کا سبب بن جاتے ہیں جس طرح انسانوں کو پریوں کے تذکرے سے اُنسیت محسوس ہوتی ہے، اسی طرح جنات کو بھی بعض انسانوں سے خواہ مخواہ کی محبت ہو جاتی ہے۔۔۔ لیکن جس طرح انسانوں کو جنات کے تذکرے سے ہی ڈر محسوس ہونے لگتا ہے، بالکل اسی طرح جنات کو بھی انسانوں سے ڈر محسوس ہوتا ہے۔ اِن کی حتی الامکان کوشش یہی ہُوتی ہے کہ انسان اِن کی موجودگی کو محسوس نہ کر سکے۔۔۔۔ لیکن حد سے زیادہ قربت کی وجہ سے انسانوں کی چھٹی حس اُنہیں اِن کی موجودگی سے باخبر کر دیتی ہے۔

جنات کے شر سے بچنے کے طریقے

اولاد آدم کے ہر فرد کے ساتھ اس کا جنوں میں سے ایک ہم نشین ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے ہر ایک کے ساتھ جنوں میں سے اس کا ہم نشین (قرین) ہے۔ تو صحابہ نے کہا اے اللہ کے رسول اور آپ؟ تو انھوں نے فرمایا اور میں بھی مگر اللہ نے میری مدد فرمائی ہے اور وہ مسلمان ہو گیا ہے تو وہ مجھے بھلائی کے علاوہ کسی چیز کا نہیں کہتا''۔

(مسلم: 2814۔ امام نووی شرح مسلم (17/175)

قاضی کا کہنا ہے کہ جان لو کہ امت اس پر مجتمع ہے کہ نبی ﷺ شیطان سے جسمانی اور زبانی اور حواس کے اعتبار سے بھی بچائے گئے ہیں تو اس حدیث میں ہم نشین (قرین/ہمزاد) کے فتنہ اور وسوسہ اور اس کے اغوا کے متعلق تحذیر ہے یعنی اس سے بچنا چاہیے کیونکہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ ہے تو ہم اس سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کریں۔

جنات کو اللہ ربّ العزت نے انسانی آزمائش کے لیے یہ قدرت دے رکھی ہے کہ وہ مختلف تصرف کر کے انسانی زندگی پر اثر انداز ہو سکتے ہیں، جس کا قرآن و حدیث سے واضح ثبوت بھی ملتا ہے، لہٰذا کسی کے جسم پر جن کا تسلط اور اس کے اثر سے مغلوب ہو جانا کوئی بعید نہیں ہے، نیز جنات کی تسخیر ممکن ہے اور ان سے بچاؤ کے لیے شرعاً اس کی گنجائش بھی ہے اور جنات کا انسان کے پاس آنا ممکن اور ثابت ہے اور انسانوں کو اغوا کرنے کا بھی بتایا گیا جیسے خود آنحضرت ﷺ نے بتایا ہے کہ ''بنو عذرہ'' قبیلے کا ایک شخص جس کا نام ''خرافہ'' تھا اسے جنات پکڑ کر لے گئے تھے۔ وہ ایک عرصے تک جنات کے درمیان مقیم رہا پھر وہی اسے انسانوں کے پاس چھوڑ گئے۔ اب وہ واپس آنے کے بعد عجیب عجیب قصے سنایا کرتا تھا، اس لیے لوگ (ہر عجیب بات کو) خرافہ کا قصہ کہنے لگے۔

(مسند احمد: 42/141)

ارواح خبیثہ کا ان انسانوں پر تسلط ہوتا ہے جن کے دین میں کمی ہوتی ہے جن کے دل اور زبانیں اللہ کے ذکر سے خالی ہوتے ہے اور قرآن اور حدیث میں اللہ کی حفاظت اور اس کی پناہ کے جو اوراد اور وظائف ہیں وہ ان سے محروم ہوتے ہے، تب خبیث روح اس شخص پر مسلط ہو جاتی ہے جو حفاظت الٰہی کے ہتھیاروں سے نہتا ہوتا ہے، بسا اوقات جن اس وقت مسلط ہوتا ہے جب انسان عریاں ہوتا ہے اس وقت وہ اس میں تاثیر کر کے اس پر مسلط ہو جاتا ہے۔

(غلام رسول سعیدی، شرح صحیح مسلم، ج 2، ص 101)

اپنے گھروں کو اور خود کو صاف ستھرا اور پاکیزہ بنائیں۔ رہائش گاہوں کو تلاوت قرآن سے آباد اور ذکر و اذکار کی کثرت کریں۔ نماز کی پابندی کریں ان شاء اللہ جنات، آسیب وغیرہ قریب نہیں آئیں گے۔ بعض علماء نے یہ بھی تجویز کیا ہے کہ جنات اور ہر قسم کے شرور سے حفاظت کے لیے گھر میں سورۃ البقرہ پڑھنے کا معمول بنائیے، باآوازِ بلند ہو تو زیادہ بہتر ہے نیز درج ذیل معمولات صبح و شام آیۃ الکرسی اور آخری تین قل۔ تین تین مرتبہ پڑھیں۔

بقیہ: صفحہ نمبر 21 پر

جنّات کا انسانوں کو گمراہ کرنا بھی ثابت ہے اور اس کے وسوسہ سے پناہ مانگنے کی تلقین وارد ہے

زندگی قرآن کے ساتھ

قرآن حکیم پڑھتے جایئے ہدایت کے نئے سے نئے افق روشن ہوتے جائیں گے۔ یہ صحیفۂ ہدایت بھی ہے اور نصاب زندگی بھی۔ اس کی ایک ایک آیت انسانی زندگی کو سنوارنے کے کئی ایک دروس اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ کتاب حکیم ہماری عملی زندگی کو خوبصورت بنانے کے لیے ہمیں جو تربیتی نکات عطا کرتی ہے۔ اس تحریر میں آپ وہی نکات ملاحظہ فرمائیں گے۔ زیر نظر تحریر کوئی تفسیر نہیں بلکہ شاہ جی کی صحبت سے مطالعۂ قرآن کے ذوق کی خیرات پانے والے ایک ذرّۂ ناچیز کے ہفتہ وار دروسِ قرآن کا خلاصہ ہے جو قبلہ شاہ جی زید مجدہ کے زیر سایہ راولپنڈی کی ایک مسجد میں عرصہ پندرہ سال سے جاری ہیں۔ اگر کوئی جملہ اچھا لگے تو اُسے اُنہی کی نظر کا فیض سمجھا جائے اور اگر طبیعت پہ کہیں بوجھ محسوس ہو تو راقم کے لیے مغفرتِ ذنوب کی دعا کر دی جائے۔

مفتی محمد لیاقت علی نقشبندی

سورۃ النمل آیات 18 تا 19

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ
يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ
سُلَيْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ ۙ وَ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾
فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَ قَالَ رَبِّ
اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ
عَلَیَّ وَ عَلٰى وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ
وَ اَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾

’’یہاں تک کہ چیونٹیوں کی وادی میں سے جب اُن کا گزر ہوا تو ایک چیونٹی بولی اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں گھس جاؤ کہیں سلیمان اور اُن کے لشکر تمہیں کچل کر نہ رکھ دیں اور انہیں پتا تک نہ ہو، تو سلیمان چیونٹی کی بات سنتے ہوئے مسکرا دیے اور عرض کی اے میرے ربّ! مجھے توفیق بخش کہ میں تیری نعمت کا جو تو نے بطور خاص مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائی شکر ادا کروں اور میں ایسا نیک عمل کروں جس پر تو راضی ہو اور مجھے اپنی رحمت کے طفیل نیک بندوں میں شامل فرما‘‘۔

(1) ایک ننھی چیونٹی کی کمال دانائی، اُسے اپنے لشکر کی فکر اور لشکر کے بچاؤ کا بروقت اہتمام یقیناً تعجب ناک اور حیران کن ہے۔ سیکھنے اور سمجھنے کی بہت سی باتوں میں سے ایک بات یہ کہ اگر چیونٹی جیسی صغیر وحقیر مخلوق بھی رسالت سے متعلق اپنا عقیدہ ٹھیک کر لے تو اللہ تعالیٰ اُسے بھی بے مثل دانائی کا نور عطا کر دیتا ہے۔ اس اعتبار سے ہمارے لیے پیغام یہ ہے کہ اُس دور کے نبی سلمان علیہ السلام تھے جبکہ ہمیں اللہ نے اپنے حبیب مکرم کا دورِ رسالت عطا کیا ہے، مزید یہ کہ وہ چیونٹی تھی اور ہم اشرف المخلوقات ہیں، اگر ہم اپنے معتقدات کی اصلاح قرآن حکیم کی روشنی میں کر کے دامنِ رسالت سے کماحقہ وابستگی اختیار کر لیں تو ہم بھی بارگاہِ ربوبیت سے دانش وبصیرت کی خیرات پالیں گے۔

(2) نبی کے بارے میں چیونٹی کا حسنِ اعتقاد ’’وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ‘‘ کے جملے سے عیاں ہوا۔ ’’ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں روند ڈالیں اور انہیں اس جانب توجہ ہی نہ ہو‘‘۔ گویا چیونٹی کو معلوم تھا اور اس کا یقین پختہ تھا کہ نبی اور اس کے ہمراہی کبھی جان بوجھ کر خلافِ عدل کوئی کام نہیں کر سکتے۔ اگر اُن سے ایسا ہوا بھی تو لاشعوری طور پر ہوگا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی بھی نبی کا حقیقی رفیق اور سچا ساتھی وہی ہوگا جس نے اپنی زندگی میں کوئی اقدام خلافِ عدل نہ اُٹھایا ہوگا۔ عدل کو ذبح کرنے والے اور راہِ اعتدال کو ترک کرنے والے سب کچھ ہو سکتے ہیں مگر نبی کے رفیق اور ساتھی نہیں ہو سکتے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ایک جگہ فرمایا: ’’اُولٰٓىِٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ‘‘ یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے۔ گویا کچھ جانور ہوتے تو جانور ہیں مگر انسانوں سے زیادہ ہدایت یافتہ۔۔۔۔۔۔ جی ہاں وہ جو جانور ہو کے بھی یہاں مذکور چیونٹی کی مثل انبیاءکرام کے مقام مرتبے اور ان کے عدل وانصاف کی معرفت رکھتے ہیں۔ اب انسان اگر انسان ہو کے بھی مقام رسالت کو نہ پہچان سکے تو اس کے جانوروں سے بدتر اور گمراہ تر ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔

(4) راحتوں نعمتوں اور سعادتوں کے عروج پر حضرت سلمان علیہ السلام کا اپنے ربّ کو پکارنا ہمیں سکھاتا ہے کہ بندے کی اصل بندگی دورِ عروج میں اپنے ربّ کو یاد رکھنا ہے۔ تنگدستی زبوں حالی اور فقر وفاقہ کے ایام میں تو چار و ناچار ہر انسان اپنے ربّ کو پکارتا ہی ہے۔ مگر اقتدار، اختیار اور نعمتوں کی فراوانی میں اپنے خالق کو یاد رکھنا ادائے پیغمبرانہ ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی اتنی زبردست حکومت کہ چیونٹی کی بات تین میل کے فاصلے سے سن لی اور بات بھی وہ جو دراصل اُن کے نظامِ عدل کی تعریف تھی۔ ایسے میں ربّ کی بارگاہ میں ہاتھوں کا اُٹھنا اور جھولی کا پھیل جانا مقامِ عبودیت کی معراج ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فرمایا تھا:

من سره أن يستجيب الله له عند الشدائد والكرب فليكثر الدعاء في الرخاء

’’تم میں سے جس کی تمنا ہو کہ مشاکل و مصائب میں اُس کی دعا سنی جائے تو اُسے چاہیے کہ خوشحالی کے ایام میں بھی کثرت سے دعا مانگا کرے‘‘۔ (ترمذی)

(5) تبسم اور مسکراہٹ انسانی وجاہت اور شخصی وقار میں اضافے کا باعث ہوتے ہیں جبکہ قہقہہ انسانی شخصیت کو بے وقار کر دیتا ہے۔ اسی لیے انبیاء کرام علیہم السلام قہقہوں سے اجتناب برتنے والے تھے۔ اُن کے ہاں اظہار مسرت کا ایک ہی طریقہ تھا اور وہ تھا تبسم یا تبسم کے امتزاج والی ہنسی۔ رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے حوالے سے بھی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہی حقیقت بیان کی کہ آقا علیہ السلام کا ہنسنا تبسم ہوا کرتا تھا۔

(6) نعمتوں پر تکبر اور راحتوں پر غرور نعمتوں کے چھن جانے کا باعث ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے میں شکر گزاری کی روش نعمتوں اور راحتوں میں اضافے اور وسعت کا سبب بنتی ہے۔ اسی لیے انبیاء کرام علیہم السلام ربّ کی ہر نعمت پر اس کے حضور جذباتِ تشکر ظاہر کرتے رہے۔ یہی تربیتی سبق قرآنِ حکیم یہاں ہمیں بھی سکھاتا ہے۔ پچھلی آیت کا اختتام ''یُوْزَعُوْنَ'' کے کلمے پر ہوا اور یہاں دعا والی آیت میں ''اَوْزِعْنِیْٓ'' کے کلمے کا استعمال کیا گیا۔ دونوں لفظوں کا مادہ ایک ہی ہے۔ جس کا ایک معنیٰ روکنا اور قابو رکھنا بھی ہوتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا میں حسن یہ ہے کہ نعمتوں کی فراوانی میں لوگ اکثر بے قابو ہو جاتے ہیں۔ ان کی شخصیت بکھرنے لگتی ہے۔ اُن کی سوچیں بگڑنے لگتی ہیں اور وہ خود پر کنٹرول کھو بیٹھتے ہیں۔ اللہ کے نبی دعا مانگ رہے ہیں کہ مولا! مجھے بے قابو ہونے سے بچائے رکھنا اور ہر دم توفیقِ شکر سے نوازے رکھنا تاکہ میں راحتوں اور آسائشوں کی انتہا میں بھی تیری دہلیز پہ جھکا رہوں۔ رسول رحمت ﷺ کا فرمان ہے: ''نعمت ایک وحشی جانور ہے سوا سے شکر کے ذریعے اپنے قابو میں رکھو''۔ مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک بار ارشاد فرمایا تھا: ''جب تمہارے لیے نعمتوں کی سلطنت وسیع ہونے لگے تو قلتِ شکر سے اس کی سرحدوں کو تنگ مت کرو یعنی جو شخص موجود نعمتوں پر شکر ادا نہیں کرتا وہ غیر حاصل نعمتوں کے حصول سے بھی محروم ہو جاتا ہے''۔

(7) نیک اور صالح اولاد کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ اپنے والدین کو ہمیشہ اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھتی ہے۔ حضرت ابراہیم کا ''رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ'' کہنا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا بھی دعا میں اپنے والدین کا ذکر کرنا قرآن پڑھنے والوں کے لیے عمل کا یہ دریچہ کھولتا ہے کہ وہ بھی اپنے ماں باپ کو ہمیشہ دعاؤں میں یاد رکھیں۔

(8) ہر اچھا دکھائی دینے والا عمل نیک عمل نہیں ہوتا کیونکہ بہت دفعہ نیت کا فساد اس عمل کو بھی فاسد کر دیتا ہے۔ اصل نیک عمل وہ ہے جو رضائے الٰہی کا باعث بنے اور اس عمل سے مقصود اپنے خالق کی خوشنودی کا حصول ہو، اسی لیے حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا مانگی کہ ''مولا مجھے ایسے عمل کی توفیق عطا کر جو تیری رضا کا ذریعہ ہو''۔

(9) ''بِرَحْمَتِكَ'' کے الفاظ سے یہ حقیقت عیاں ہوئی کہ کسی بھی انسان کی نجات فقط ربّ کی رحمت سے ہی ممکن ہوگی۔ اگر کوئی سمجھتا ہے کہ اُس کا عمل اسے بچا لے گا تو یہ محض خام خیالی ہے۔ اسی لیے اللہ کے نبی نے دعا مانگی کہ مولا مجھے محض اپنی رحمت سے اپنے صالح بندوں میں داخل فرما۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''ثابت قدم رہو، راہِ اعتدال اختیار کرو اور خیر کی توفیق پر خوش ہو جاؤ کیونکہ کسی کو بھی اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرے گا''۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا نہیں مجھے بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت اور مغفرت سے ڈھانپ لے''۔

(10) حضرت سلمان علیہ السلام کا خود نبی ہونے کے باوجود یہ دعا مانگنا کہ مولا مجھے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما ہمیں بھی سکھاتا ہے کہ ہم بھی اہل اللہ کی صحبت تلاش کرتے رہیں۔ بندگانِ خدا کی سنگت کو سبیلِ نجات سمجھیں اور اُن کی معیت اختیار کریں تاکہ اُن کے صدقے اللہ اپنی رحمتوں کا رُخ ہماری جانب بھی پھیر دے۔

(11) چیونٹی کا پیچھے کی طرف سے آنے والے لشکرِ سلیمان سے آگاہ ہونا اور حضرت سلمان علیہ السلام کے چیونٹی کی بات سن لینے سے راستوں راہوں اور سڑکوں شاہراہوں پر چلنے کے قوانین مستنبط کیے جاسکتے ہیں اور کتابِ حکیم کے اس حصے کو ٹریفک قوانین کی اصل قرار دیا جاسکتا ہے کہ دورانِ سفر سڑک پہ چلنے والوں کو اپنے دائیں بائیں اور آگے پیچھے ہر طرف سے آنے والی ٹریفک پر نظر رکھنی چاہیے۔ گاڑیوں کے دائیں بائیں آئینوں (Side Mirrors) کی تنصیب کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ ان کے استعمال کے ذریعے حادثات کی روک تھام یقینی بنائی جائے۔

سورۃ النمل آیات 20 تا 22

وَ تَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿٢٠﴾ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢١﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿٢٢﴾

''اور پرندوں کا جائزہ لیا تو فرمانے لگے مجھے کیا ہوا کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا یا وہ واقعی غائب ہو گیا ہے، اُسے میں نے سخت سزا دینی ہے یا اُسے ذبح ہی کر ڈالوں گا یا اُسے میرے سامنے کوئی معقول دلیل پیش کرنا ہوگی، تو ہدہد کچھ زیادہ دیر غیر حاضر نہ رہا اور آکر عرض کی میں نے وہ بات دیکھی ہے جو جناب نے نہ دیکھی اور میں شہر سبا سے آپ کے پاس ایک یقینی خبر لایا ہوں''۔

(1) انتظامی امور (Administration) سے متعلق راہنما اصول قرآن حکیم نے ہمیں سکھایا کہ کسی بھی سطح کے منتظم کا اپنے پورے سٹاف اور تمام ماتحتوں کی حاضری کو باقاعدہ چیک کرنا چاہیے۔ ان کی سرگرمیوں پہ نظر رکھنی چاہیے کہ کہیں وہ تفویض کردہ فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی کے مرتکب تو نہیں ہو رہے۔

(2) امورِ ریاست میں سربراہِ مملکت کی نظر کا وسیع ہونا انتہائی ضروری ہے۔ بے خبر شخص کبھی بھی اچھا حکمران ثابت نہیں ہوتا اور اپنی رعایا سے غافل انسان کبھی بھی کامیابیوں کی منزل تک رسائی نہیں پاسکتا۔

(3) کسی بھی سطح پر سزاؤں اور حدود کے نفاذ میں انتہائی محتاط رویہ اپنانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جلد بازی میں کسی کے خلاف لیا گیا ایکشن بعض اوقات ندامت و شرمندگی کا باعث بنتا ہے۔ ہدہد کو غیر حاضر پا کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فوراً سزا کے نفاذ کا حکم جاری نہ کیا بلکہ اس کی جانب سے کسی معقول اور مضبوط دلیل کے پیش کیے جانے کی صورت میں اس سے صرفِ نظر کا عندیہ دیا۔

(4) عملے کے کسی فرد کی عدم موجودگی میں اس سے متعلق بدگمانی سے بچتے ہوئے اس کا انتظار کیا جائے تاکہ وہ حاضر ہونے کے بعد اپنی غیر حاضری کی وجوہات، دلائل اور ثبوت کے ساتھ پیش کر سکے۔

(5) حدود اور سزاؤں میں نرمی اباحیت کا باعث بنتی ہے۔ بلا ضرورت نرمی اور غلطیوں کوتاہیوں کو بلاوجہ نظر انداز کرنا عملے کو مزید کر دیتا ہے۔ ''میں اُسے سخت سزا دوں گا یا ذبح ہی کر ڈالوں گا'' کے الفاظ راہنمائی کرتے ہیں کہ جرم کی نوعیت کے مطابق کم یا زیادہ سزا کا تعین ریاست کی صوابدید ہوتی ہے۔

(6) ہدہد کا وہاں موجود نہ ہونا بظاہر اتنا بڑا جرم دکھائی نہیں دیتا جس کی سزا سزائے موت تک بھی ہو سکتی ہو۔ تاہم سوچا جاسکتا ہے کہ بات کسی فرد کے چھوٹا بڑا ہونے یا اس کے عہدے اور منصب کی نہیں ہوتی۔ بلکہ اہمیت اس بات کی ہوتی ہے کہ اس فرد کی ڈیوٹی کیا ہے؟ بعض اوقات ڈیوٹی اتنی اہم نوعیت کی ہوتی ہے کہ اس سے لحظہ بھر کی بے پرواہی ریاستوں کے استحکام کو خطرے میں ڈال دیتی ہے۔ اب ظاہر ہے وہ جرم قابل معافی کب ہو سکتا ہے جس سے ریاستوں کا وجود

خطرات سے دوچار ہو جائے۔ قرآنِ حکیم کے اس محل سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہدہد کو اللہ کے نبی نے انٹیلی جینس کی کسی اہم ڈیوٹی پر مامور کر رکھا تھا۔ اسی لیے جب ایک اہم جگہ پہ تعینات "سپاہی" اپنی ڈیوٹی سے غیر حاضر پایا گیا تو اس کے خلاف اظہار وجوہ کا فوری نوٹس جاری کر دیا گیا۔

(7) کسی ایک مجرم کو ضابطے کے مطابق کڑی سزا دینے سے پورا معاشرہ اس جرم سے پاک ہو جاتا ہے۔ سٹاف کے کسی ایک فرد کے خلاف اس کی غفلت پر تادیبی کاروائی پورے عملے کو مستعد اور چوکنا کر دیتی ہے۔

(8) حکمرانوں، لیڈروں اور راہنماؤں کو اپنے اردگرد خوشامدی عناصر کا جمگھٹا بنائے رکھنے کی بجائے سیدھی، واضح اور دوٹوک بات کرنے والوں کو اپنے دربار میں جگہ دینی چاہیے تاکہ وہ اپنی رائے کا اظہار آزادانہ طور پر کر سکیں اور بیرونی حالات کی اصل تصویر صاحب دربار کے سامنے لا سکیں۔

(9) ہدہد ایک چھوٹا سا پرندہ ہے مگر اتنی اہم معلومات اپنے رہبر تک پہنچانے کا فریضہ سر انجام دے رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ کبھی بہت چھوٹی اور حقیر دکھائی دینے والی مخلوق بھی بہت بڑا کام کر جاتی ہے۔ لہٰذا اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو کبھی حقیر نہ جانا جائے۔

(10) دانائی کی بات اور حقائق پر مبنی بات جہاں سے ملے قبول کر لینی چاہیے۔ باتوں کا وزن متکلم کے قد کاٹھ کے مطابق نہ سمجھا جائے بلکہ بات کا اصل وزن دیکھا جائے۔ کرنے والا چھوٹا اور بے وقعت بھی ہو مگر بات قیمتی ہو تو فوراً اس بات کو لے لینا چاہیے۔

(11) چھوٹوں کو بڑوں کے سامنے گھما پھرا کر بات نہیں کرنی چاہیے بلکہ کم مگر واضح الفاظ میں اپنا مدعا بیان کرنا چاہیے۔ البتہ تہذیب و اخلاق اور آداب و قرائن کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے کہ انسان اور جانور میں ایک فرق ادب آداب کا بھی ہے۔

(12) اگر کبھی آپ کا استاد پیر یا آپ کا افسرِ اعلیٰ (Boss) کسی بات پر غصے میں ہو تو اس کے سامنے اسی کیفیت میں فوراً اپنی صفائی پیش کرنے کی حماقت نہیں کرنی چاہیے۔ انتظار کیا جائے اور اس کا غصہ فرو ہو جانے پر اپنا مدعا بیان کیا جائے۔ اس حکمت تدبیر اور دانائی سے کسی بھی ناپسندیدہ صورت حال سے بچنا ممکن ہو سکتا ہے۔ یہ سبق "فَمَكَثَ" کے الفاظ سے سیکھنے کو ملا۔

(13) "بِنَبَإٍ يَقِينٍ" کے کلمات سے معلوم ہوا کہ بڑے لوگوں تک ہمیشہ یقینی بات اور یقینی خبر ہی پہنچانی چاہیے۔ اندازوں، تخمینوں اور ظن و گمان کی بنیاد پر اُن سے کی گئی بات بعض اوقات بہت سے مسائل پیدا کر دیتی ہے۔ میڈیا چینلز کو بھی سب سے پہلے نیوز بریک کرنے کی دوڑ میں بے بنیاد خبروں کی اشاعت سے اجتناب برتنا چاہیے اور سوشل میڈیا پر بھی ویوز کے حصول کی خاطر جھوٹی باتوں کی تشہیر کے ذریعے سنسنی نہیں پھیلانی چاہیے۔

بقیہ: سرکار کا نامہ مبارک

قوت ایمان اور قوت دین بھی شیطان کی اذیت سے رکاوٹ ہیں بلکہ اگر وہ معرکہ کریں تو صاحب ایمان کامیاب ہوگا جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ سے بیان کیا جاتا ہے کہ نبی ﷺ کے صحابہ میں سے ایک آدمی جن سے ملا اور اس سے مقابلہ کیا تو انسان نے جن کو پچھاڑ دیا تو انسان کہنے لگا: کیا بات ہے میں تجھے دبلا پتلا اور کمزور دیکھ رہا ہوں اور یہ تیرے دونوں بازو ایسے ہیں جیسے کتے کے ہوں کیا سب جن اسی طرح کے ہوتے ہیں یا ان میں سے تُو ہی ایسا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ نہیں اللہ کی قسم میں تو ان میں سے کچھ اچھی پسلی والا ہوں لیکن میرے ساتھ دوبارہ مقابلہ کر اگر تو تُو نے مجھے پچھاڑ دیا تو میں تجھے ایک نفع مند چیز سکھاؤں گا تو کہنے لگا: ٹھیک ہے کہ تو آیۃ الکرسی (اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم) پڑھا کر تو جس گھر میں بھی پڑھے گا وہاں سے شیطان اس طرح نکلے گا کہ گدھے کی طرح اس کی ہوا خارج ہوگی تو پھر وہ صبح تک اس گھر میں نہیں آئے گا۔

انتباہ

عام طور پر جس شخص کو بھی اعصابی تشنج کوئی نفسیاتی دورہ لاحق ہوتا ہے، لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ اس میں جن داخل ہو گیا ہے اور اب وہ جن اس مریض کی زبان سے کلام کر رہا ہے اور اس کا علاج وہی شخص کر سکتا ہے جو جن نکالنے پر قادر ہو۔ یہ غلط خیال ہے، اس قسم کے مریضوں کا معروف طبی اور نفسیاتی طریقہ سے علاج کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے حصول شفاء کرنی چاہیے۔

(غلام رسول سعیدی، شرح صحیح مسلم، ج2 ص106)

بقیہ: امیر المومنین حضرت علی ؓ

امام حسن المجتبیٰ ؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور غزنین (موجودہ نجف) کوفہ سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر دفن کیا گیا۔

وہ دین کی سلطنت کا اولو العزم تاجدار
وہ مظہر جلال خداوند روزگار
وہ بوریا نشیں، شہ کہکشاں سوار
وہ بندۂ خدا، وہ خدائی کا افتخار
جس کے قلم کی نوک بلاغت کی راہ تھی
جس کے علم کی چھاؤں "امامت" پناہ تھی
(نہج البلاغہ سے ماخوذ)

الغرض حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نظریات و فرمودات وارشادات آغازِ شہادت سے لے کر جب تک دنیا ہے تب تک حیات انسانی کے مراحل اور راہوں میں روشن قندیلوں کی صورت میں جگمگاتے اور جاری وساری رہیں گے۔

آج بھی حضرت علی ؓ کی طرزِ زندگی ظلم و بربریت اور کفر و نفاق کے لیے موت ہے۔ مسلم دنیا جو اس وقت مصائب و آلام میں گرفتار ہے، علی ؓ کی زندگی اختیار کر کے اور ان کے کردار و عمل سے راہنمائی حاصل کر کے مصائب و آلام پر قابو پا سکتی اور ہمیشہ کے لیے نجات حاصل کر سکتی ہے۔ یہ وقت کی اہم ضرورت ہے کہ امت مسلمہ سیرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب پر چلتے ہوئے استعماری قوتوں کے مقابل خیبر شکن جرأت کا مظاہرہ کرے۔ عدل و انصاف کی راہ اپنائے اور علم و حکمت کے ساتھ ٹوٹا ہوا رشتہ مضبوطی کے ساتھ جوڑنے کے لیے مدینۃ العلم محمد عربی ﷺ کے در پر اپنا سر جھکائے تو دنیا کی کوئی بھی بڑی سے بڑی طاقت کلمۂ توحید کے پرستاروں کو زیرِ نگیں کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے گی۔

کسی شاعر نے کیا خوب عکاسی کی ہے:

دل وچ رکھ لے پیار علی ؓ دا
پیار دیوے گا تار علی ؓ دا
مشکلاں جد تینوں گھیرا پاون
نعرہ دیویں مار علی ؓ دا
علی کا عشق مقدر سنوار دیتا ہے
علی کا بغض چہرہ بگاڑ دیتا ہے
تو اسے کمزور سمجھ رہا ہے لعین
جس کا ایک ہاتھ خیبر اکھاڑ لیتا ہے

تاجدار کون ومکاں، رحمۃ اللعالمین، نورِ مجسّم، شافع محشر، خاتم النبیین، وجہِ تخلیق کائنات حضرت محمد ﷺ کے بعد خلفائے راشدین علیہم اجمعین نے دین کی سر بلندی، اسلام کی دعوت وفروغ کا سلسلہ قرآن وحدیث اور اسوۂ حسنہ کی روشنی میں جاری وساری رکھا، اللہ کی وحدانیت اور رسولِ معظم ومحتشم ﷺ کی رسالت کے جھنڈے کو سرنگوں نہ ہونے دیا اور اپنی حتی المقدور مساعی جمیلہ سے ہر لمحہ، ہر آن، ہر گھڑی اور ہر دم دینِ مبین کی آبیاری کے لیے مصروفِ کار رہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان جان نثاروں کی قربانیوں اور وفا شعاریوں کے صلے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو صدیق بنا دیا، عمر رضی اللہ عنہ کو عدل وانصاف کی سند مل گئی، عثمان رضی اللہ عنہ کو شرم وحیا کا پیکر اور ذوالنورین کے اعزاز سے نواز دیا اور علی کو کرم اللہ وجہہ الکریم، حیدرِ کرار، شیرِ خدا اور باب العلم کی دستار عطا کر دی گئی اور حسن المجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو جود وسخا کی خلعت زریں پہنا دی گئی۔ ان پانچوں نفوسِ قدسیہ میں ہر ایک کا مقام منفرد، اعلیٰ وارفع ہے اور ان کی زندگیوں کے باب کردار وعمل کے لحاظ سے بے مثال، بے نظیر اور نایاب ہیں اور قیامت تک کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ رجب المرجب میں مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حوالے سے ذکر خیر کرنے کی سعادت اس نیت سے کرنا چاہتا ہوں کہ شاید کوئی عمل اللہ پاک کو پسند آجائے اور بخشش کا سامان ہو جائے کیونکہ صالحین اور اولیائے کرام کا ذکر سعادت اور ذریعۂ نزول رحمت ہے اور گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

اسم مبارک: علی رضی اللہ عنہ

کنیت مبارکہ: ابو الحسن، ابو تراب

القابات: اسد اللہ الغالب، امام المشارق والمغارب، حل المشکلات والنوائب، سید العرب، نفس رسول ﷺ، مرتضیٰ، یعسوب الدین، حیدر کرار، بیضۃ البلد، مطلوب کل طالب، امیر النحل، خلیفۃ الرسول، مولیٰ المومنین، امیر المسلمین، امام البررۃ، قاتل الفجرہ، ولی اللہ، امام الاولیا، باب مدینۃ العلم، زینت العارفین، امام العارفین، پروردۂ نبوت، پیشوا المتقین، فاتح خیبر، نور مطیعین وغیرہ۔

نسب اشرف

والد کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ اس طرح ہے۔

علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ

اور والدہ کی طرف سے آپ رضی اللہ عنہ کا شجرہ مبارک (نسبی) یوں ہے۔ علی بن فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ماں اور باپ کی طرف سے نجیب الطرفین ہاشمی تھے اور آنحضرت ﷺ کے عم زاد بھائی تھے اور حضور ﷺ کے ساتھ نسب میں آپ رضی اللہ عنہ کو خصوصی نسبت حاصل ہے کیونکہ عبد مناف حضرت اسماعیل علیہ السلام کے 26ویں فرزند ہیں، جن کے پوتے عبد المطلب رضی اللہ عنہ ہیں جو نبی ﷺ وعلی رضی اللہ عنہ کے دادا جان ہیں۔ حضور ﷺ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد گرامی ابو طالب آپس میں سگے اور حقیقی بھائی تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد ابو طالب جناب عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد شیخ قریش، رئیس مکہ اور سیّد العرب کے القابات سے ملقب ہوئے۔ اس کے علاوہ بھی مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو نبیٔ اکرم ﷺ سے اور بہت سی نسبتیں حاصل تھیں۔

والدین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم

آپ رضی اللہ عنہ کے والدِ گرامی قدر حضرت ابو طالب حصارِ نبوت ﷺ تھے اور انہوں نے تادمِ مرگ شمع نبوت ﷺ کی حفاظت کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد نے اسلام قبول کیا اور مدینے کی طرف ہجرت فرمائی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ اسد کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”آج میری ماں اس دنیا میں مجھے چھوڑ کر خالقِ کائنات سے جا ملی ہیں اور میں بہت مغموم اور صدمے میں ہوں“۔ فوراً خود ہی تجہیز وتکفین کا انتظام فرمایا اور ان کی قبر کے اندرونی حصہ میں تدفین سے پہلے خود جا کر لیٹ گئے اور پھر اپنا قمیص اطہر ان کو پہنایا اور فرمایا! اے ربّ العالمین یہ میری والدہ ہیں، انہوں نے مجھے کھلایا اور پلایا، ان پر توُ اپنا رحم فرما اور پھر جہاں خود قبر میں لیٹے تھے اسی جگہ پر سیدہ فاطمہ بنت اسد کو قبر میں رکھا۔ (طبقات ابن سعد)

ولادت باسعادت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولادت 11 قبل از نبوت یعنی 23ق ھ 600ء میں ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کعبہ شریف میں پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش کے وقت حضرت ابو طالب سخت معاشی مشکلات سے دو چار تھے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا کا مالی بوجھ کم کرنے کے لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی آغوش تربیت میں لے لیا اور سفارش کر کے ان کے دوسرے بیٹے حضرت جعفر کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی تولیت میں دے دیا۔ (تاریخ طبری)

قبولِ اسلام

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا عہد طفولیت نبی کریم ﷺ کی آغوشِ تربیت میں گزرا اور حضور آقا ﷺ کی نگاہِ لطف وکرم نصیب ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ بنت اسد رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب میرا یہ بچہ تولد ہوا تو حضور ﷺ نے اس کا نام علی رکھا اور اس کے منہ میں اپنا لعابِ دہن ڈالا اور اپنی زبان مبارک اس کے منہ میں ڈالی جسے یہ مولود مسعود چوستا رہا یہاں تک کہ سو گیا۔ یہ اسی تربیت صالحہ کا نتیجہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

زمانہ جاہلیت میں بھی اپنی جبین کسی بت کے سامنے نہیں جھکائی اور آٹھ برس کی عمر میں اسلام قبول کر لیا اور آنحضرت ﷺ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ چھپ کر نماز ادا کرنے لگے۔ ایک دن حضرت ابو طالب نے انہیں ایسا کرتے ہوئے دیکھ لیا تو پوچھا کیا کر رہے ہو؟ پھر منع نہ فرمایا بلکہ کہا کہ حضور ﷺ اچھی بات کا ہی مشورہ دیتے ہیں۔ اس لیے یہ عمل جاری رکھو۔ بہر حال حضرت علی رضی اللہ عنہ بطور بچہ "سابقون الاولون" میں شامل تھے۔ اس طرح قدرت کے حسنِ انتظام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اعلانِ نبوت سے پہلے ہی آغوشِ رسالت مآب میں پہنچا دیا اور صدفِ احمدی میں پرورش پا کر یہ قطرۂ آبِ نیساں در شہوار بن گیا۔

کٹھن اور صبر آزما زندگی کے لمحات

مکہ مکرمہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آقا علیہ السلام کی رفاقت میں ابتلا و آزمائش کے تیرہ کٹھن سال گزارے۔ اس دوران شعب ابی طالب میں محصوری کے تین سال خصوصی طور پر صبر آزما تھے۔ جب مشکلات بڑھیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے برادر محترم جناب جعفر رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ اسما بنت قیس رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کٹھن اور نبرد آزما گھڑیوں میں ہمیشہ آپ ﷺ کے رفیق، معاون و جاں نثار رہے تا آنکہ آنحضرت ﷺ کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت مل گئی۔

حب و عشقِ رسول ﷺ

حب و عشقِ رسول اللہ ﷺ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے رگ و پے اور نس نس میں رچا بسا ہوا تھا۔ ذرا شبِ ہجرت کی فرقت درازی اور خوف و کربنا کی کا اندازہ لگائیں، شہادت گاہِ الفت میں قدم رکھنا اور پھر اسے عملی جامہ پہنانا ابو طالب کے لختِ جگر اور تاجدار نینوا سیدنا امام حسین علیہ السلام کے والد گرامی علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی کا کام ہے۔ ہجرت کی رات اپنی تمام تر ہولنا کیوں کے ساتھ پھنکارتے ہوئے ناگ کی طرح کھڑی ہے۔ حکمِ رسالت مآب ﷺ ہوتا ہے "اے علی آج کی رات تمہیں میرے بستر پر سونا ہوگا" یہ جانتے ہوئے کہ آستانۂ نبوت کے باہر کفار ہاتھوں میں زہر آلود تیر سناں لیے کھڑے ہوں گے مگر موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرانے والے حیدر کرار ارشادِ نبوت ﷺ کے سامنے بہ صد خلوص و محبت سر نیاز خم کرتے ہوئے شانِ بے نیازی سے بسترِ نبوت پر دراز ہو جاتے ہیں اور دنیا و مافیہا سے بے خبر نیند کے مزے لے رہے ہوتے ہیں۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ مجھے حضور ﷺ نے یہ فرمایا تھا کہ صبح لوگوں کی تمام امانتیں واپس کر کے پھر آ جانا اور شبِ ہجرت بستر نبوت پر جس طمانیت و تسکین کے ساتھ نیند آئی اتنی راحت اور سکون کی نیند مجھے زندگی میسر نہ آ سکی کیونکہ حضور ہادیٔ برحق ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ صبح امانتیں واپس کرنی ہیں تو مجھے یقین واثق تھا کہ صبح ضرور ہوگی اور علی زندہ رہے گا۔ اس لیے میں ہر قسم کے خوف، وسوسے، ڈر اور دشمنوں کے حصار سے بے نیاز ہو کر سو یا۔

حضور سرورِ عالم ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ والہانہ عشق و محبت اور جذباتی وابستگی کا ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیں کہ آپ ﷺ نے صلح نامۂ حدیبیہ کی شرائط طے کرنے اور اسے تحریری شکل دینے کے لیے مدینۃ العلم نے باب العلم کو بلایا ("عین علی")۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم حاضر خدمت ہوئے۔ جب صلح کی شرائط تحریر فرما چکے تو مولا علی رضی اللہ عنہ نے حد احترام ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے نیچے "محمد الرسول اللہ" لکھ دیا مگر کفار کا نمائندہ سہیل بڑا شاطر اور کائیاں نکلا، اس نے فوراً اعتراض کر دیا کہ ہم آپ کو اللہ کا رسول تسلیم ہی نہیں کرتے۔ اگر کر لیں تو پھر نزاع کس بات پر؟ دانش و تدبر اور بصیرت و فراست کے تاجدار حضور آقا ﷺ نے سہیل کے موقف کو وقتی طور پر درست قرار دیتے ہوئے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ "محمد الرسول اللہ" کاٹ کر صرف محمد بن عبد اللہ لکھ دیا جائے مگر اپنے آقا و مولا ﷺ کے اشارہ ابرو پر اپنا سب کچھ قربان کر دینے والے علی رضی اللہ عنہ کی حمیت اور عشق و محبت اوج کمال تک پہنچ گئے۔ دست بستۂ عجز و نیاز کے پیکر بن کر عرض پرداز ہوئے، حضور جو دستِ علی وجودِ آفتاب رسالت مآب ﷺ کی حفاظت اور اسلام کی سربلندی کے لیے بنا ہو، علی کا وہ ہاتھ بلا د تاریخ کی سب سے بڑی اور اٹل حقیقت یعنی "محمد الرسول اللہ" کو کس طرح مٹا سکتا ہے۔ یہ تھا الفت نبوی ﷺ کا وہ جذبۂ بے کراں جس نے انہیں علی سے حیدر کرار بنا دیا۔

غزوات میں شرکت اور جنگی کارناموں کی داستان شجاعت

میدانِ شجاعت میں بھی اس لا مثال تاجدار کے حربی کارناموں کا تذکرہ اتنا ایمان افروز اور اتنا طویل ہے کہ قرطاس و قلم کو اپنی کم مائیگی کا احساس ہونے لگتا ہے۔ میدان بدر ہو یا غزوۂ احد، معرکۂ خندق ہو یا یہودیوں کے قلعہ خیبر کا میدان، علی کی شمشیر کچھ اس طرح سے خرمن باطل پر برستی رہی کہ اس کی دھار پر بجلیاں بھی آشیانے بنانے پر ناز کرتی رہیں بالخصوص معرکۂ خیبر ذوالفقار حیدری کی فقید المثال کارکردگی کی وجہ سے مسلمانوں کی فتوحات کا مظہر بن گیا۔ خیبر میں یہودیوں کا ایک قلعہ مجاہدین کی مکمل فتح میں فصیل بنا ہوا تھا۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہوتا ہے کہ پرچم اسلام کل اس عظیم انسان کے ہاتھ میں ہوگا جس پر شجاعت ناز کرے گی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ رات بڑے تذبذب میں گزاری۔ صبح ہوتے ہی ارشادِ نبوی ﷺ ہوتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کو بلایا جائے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا انہیں آشوبِ چشم کا عارضہ ہے۔ پھر علی رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کیا آقا ﷺ آنکھیں دکھتی ہیں۔ مسیحائے کائنات ﷺ نے اپنا لعاب دہن آنکھوں میں لگایا اور فرمایا: اب کیسے ہو؟ عرض کیا دردیوں کافور ہو گیا جیسے کچھ تھا ہی نہیں اور پہلے سے بھی زیادہ واضح اور روشن دکھائی دیتا ہے۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے پرچم اسلام دستِ نبوت ﷺ سے اپنے ہاتھ میں لیا اور بڑی شان اور فخر سے قلعۂ قاموس میں داخل ہو گئے۔ شیرِ خدا نے نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے یہود کو للکارا۔ یہود کا سرمایۂ فخر و غرور اور پیکر نخوت و تکبر مرحب رجز پڑھتا ہوا سامنے آیا۔ بھلا جس اسد اللہ کی للکار سے دشت و جبل لرز اٹھتے ہوں اور جس کے جذبۂ شہامت و بساعت سے سمندر کی موجیں خوف کھاتی ہوں، بدر، احد اور خندق کے میدان جس کے بازوئے شمشیر زن سے ابھی تک کانپ رہے ہوں اور پھر سب سے بڑھ کر جس علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تائید خدا اور مصطفیٰ ﷺ ہو۔ نان شعیر و جویں غذا ہونے کے باوجود باطل کی لہریں جس سے لرزہ براندام اور کانپ اٹھتی ہوں، اس کے سامنے مرحب کی کیا حیثیت تھی۔ ذوالفقار حیدری کی ایک ہی ضرب سے شوکت و شکوہ مرحب دو ٹکڑے ہو کر خاک و خون میں لت پت تڑپتا، پھڑکتا نظر آیا۔ یہود نے اپنے معدن جرأت کو خاک میں لوٹتے دیکھا تو بھاگ کر قلعہ میں پناہ لی اور اندر سے دروازہ بند کر لیا لیکن قوتِ دینِ مبین اور عشق کے سرمایۂ ایمان علی رضی اللہ عنہ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے ہوئے بائیں ہاتھ کے ایک ہی جھٹکے سے بابِ خیبر کو اکھاڑ کر

ہوا میں اچھال دیا۔

سید ابو الحسن ندوی تحریر کرتے ہیں کہ اس قلع کا دروازہ اتنا وزنی اور بھاری بھر کم تھا کہ چالیس انسان مل کر اسے کھولتے اور بند کرتے تھے۔ اس ذلت آمیز شکست سے یہود کی قوت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پاش پاش ہوگئی اور یہود آج تک اس شکست کے زخم چاٹ رہے ہیں اور مختلف حیلوں، حربوں سے مسلمانوں سے اس شکست کا بدلہ لینے کے لیے منصوبہ بندیوں میں مصروف کار رہتے ہیں۔ غزوۂ تبوک میں آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے قائم مقام کے طور پر کسی مصلحت کی بنا پر مدینہ میں چھوڑا۔ اس پر منافقین نے طنز کیا کہ شاید تم اچھے سپہ سالار نہیں ہو اس لیے حضور ﷺ نے تمہیں بچوں اور عورتوں کی حفاظت کے لیے چھوڑا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس بارے پوچھنے پر آقا ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہیں پسند نہیں کہ میرے نزدیک تمہارا وہی رتبہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک حضرت ہارون علیہ السلام کا تھا اور کوہ طور پر جاتے ہوئے انہوں نے حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی پیچھے اپنا قائم مقام بنایا تھا۔

حضور ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھائی بندی

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھائی بندی کرائی۔ بعض کو بعض کا بھائی قرار دیا مواخات اس لیے قائم ہوئی تھی کہ ہجرت کے بعد مسلمانوں کی حالت کمزور تھی اور نئے شہر مدینہ میں آباد کاری کے لیے انہیں باہم ایک دوسرے کا سہارا بننے کی ضرورت تھی۔ ایسے میں آپ ﷺ نے مہاجرین کو انصار اور غربا کو امرا کا بھائی قرار دیا تاکہ مہاجرین کو دارِ ہجرت میں گھر بسانے کے لیے انصار کی مدد ملے اور غربا کو معاملات دنیا میں امرا سے تعاون حاصل ہو۔ اس موقع پر رسولِ کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے کسی صحابی کو بطور بھائی نہ چنا تو انہوں نے پریشانی محسوس کی، تب آپ ﷺ نے انہیں فرمایا! اے علی رضی اللہ عنہ تم تو پہلے ہی سے میرے بھائی ہو، میں بچپن ہی سے تمہاری کفالت کرتا رہا ہوں۔ میرے ہوتے ہوئے تمہیں کسی دوسرے شخص کو بھائی بنانے کی ضرورت ہی نہیں۔ تم دنیا میں نسبی و خونی تعلق کی بنیاد پر میرے بھائی ہو اور آخرت میں ایمانی رشتے کی بنا پر میرے بھائی ہوگے اور جنت میں میرے ساتھ ہوگے۔

''کرم اللہ وجہہ'' کا پس منظر

محبانِ علی شیرِ خدا کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ تمام صحابہ کرام کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ عنہ کا پیارا قرآنی جملہ ان معنوں میں بولا جاتا ہے کہ اللہ ان پر راضی ہو گیا (لقد رضی اللہ عن المومنین)

لیکن سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے نام اقدس کے ساتھ ''کرم اللہ وجھه الکریم'' کا بابرکت جملہ بولا جاتا ہے جس کا معنیٰ ہے ''اللہ تعالیٰ ان کے چہرے کو عزت دے''۔ ابنِ سعد کے حوالہ سے ہے کہ حضرت حسن بن زید بن حسن رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں ''لم یعبد الاوثان قسط'' کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی بتوں کی عبادت نہیں کی یعنی زمانۂ جاہلیت میں بھی آپ رضی اللہ عنہ کہیں کبھی کسی بت کے قریب نہیں گئے اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کو کرم اللہ وجہہ کہا جاتا ہے۔ بعض علما کرم اللہ وجہہ کی وجہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ جب ایک جنگ کے موقع پر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں آنے والے ایک بد بخت نے شجاعت علی رضی اللہ عنہ کا نظارہ کر کے اپنی شکست کو یقینی دیکھا تو کہا ''سود اللہ وجھک یا علی'' اے علی رضی اللہ عنہ! تیرا چہرہ سیاہ ہو (نعوذ باللہ)، امام الانبیا نے یہ سن کر فرمایا: ''کرم اللہ وجھلک یا علی، اے علی! اللہ تیرے چہرے کو عزت عطا فرمائے''۔ (واللہ اعلم، نہج البلاغہ)

بت شکن علی رضی اللہ عنہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فتح مکہ کے روز آقائے نامدار ﷺ کے کندھوں پر سوار ہو کر خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کر کے بت شکن ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے مبارک کندھوں پر سوار تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کیسا محسوس کر رہے ہو؟ کہنے لگے اگر میں چاہوں تو عرش تک رسائی حاصل کرلوں۔

وسعتِ علم علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زندگی کے اہم ترین نمونوں میں سے ایک آپ کا علم ہے۔ چنانچہ یہ بات زبان زدِ خاص و عام ہے کہ قرآنِ مجید اور فرمودات پیغمبر ﷺ کے بعد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کلام سے بہتر کوئی کلام نہیں اور ایسا کیونکر نہ ہو کہ رسولِ معظم و محتشم آقا ﷺ نے فرمایا میں شہرِ علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ اگر شہرِ علم تک رسائی حاصل کرنی ہے تو پہلے علی کے دروازہ سے گزرنا ہوگا۔ خاتم الانبیا ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: ''علم قضا کو دس حصوں میں تقسیم کیا گیا، نو حصے علی کو اور ایک حصہ پوری دنیا میں تقسیم کیا گیا''۔ یہی وجہ تھی کہ خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے دوران علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کو مرجع و منبع علم سمجھتے ہوئے مشکل ترین امور میں ان سے مشاورت کرتے، اسی لیے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خدا عمر کو اس مشکل سے دوبدو ہونے کے لیے باقی نہ رکھے جسے حل کرنے کے لیے علی رضی اللہ عنہ موجود نہ ہوں۔

امام المتقین حضرت علی رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم کوئی آیت ایسی نازل نہیں ہوئی جس کے بارے میں مجھے علم نہ ہو کہ کہاں نازل ہوئی اور کس سلسلے میں نازل ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اگر سورۂ فاتحہ کی تفسیر لکھنا چاہوں تو ستر اونٹوں کے برابر ہو جائے۔

تفسیر روح البیان صفحہ نمبر 105 جلد 2 پر ''وفی انفسکم افلا تبصرون'' کے تحت یہ حسین واقعہ لکھا ہوا ہے کہ جب کچھ لوگوں نے علم نبوت ﷺ پر اعتراض کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے برسرِ منبر اعلان فرمایا: ''اسلونی عما دون العرش، عرش تک جو پوچھنا ہے مجھ سے پوچھ لو''۔ یہ اعلان صرف دو ہستیوں ہی نے کیا۔ پہلے مدینۃ العلم نے اور پھر باب العلم نے۔ ایک شخص مجمع میں سے کھڑا ہو کر کہنے لگا ھل رایت ربک یا علی؟ اے علی رضی اللہ عنہ! کیا آپ نے ربّ کو دیکھا ہے؟'' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا ایک سجدہ کرتا ہوں تو دوسرا تب کرتا ہوں جب اپنے رب کو دل کی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہوں۔ نزہۃ المجالس صفحہ 210 جلد 2 حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا! پوچھو مجھ سے، میں زمین و آسمان کی ہر چیز کو جانتا ہوں۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام انسانی شکل میں حاضر ہو کر سوال کرتے ہیں ''این جبرائیل؟'' بتاؤ جبرائیل کہاں ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے مشرق، مغرب، شمال، جنوب، نیچے اوپر نگاہ دوڑائی اور فرمایا: تو خود ہی تو جبرائیل علیہ السلام ہے۔

سوال یہ ہے کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس اتنا علم کہاں سے آیا؟ تو اس کا جواب شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات صفحہ 231 جلد 4 میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یوں دیا ''چوں غسل دادہ شد آب در پلک ہائے دے پس برداشتم من بر زبان خود آں را فرو بردم'' کہ جب میں نے حضور

ﷺ کو غسل وفات دیا تو پانی کے چند قطرے آپ ﷺ کی مبارک پلکوں پر جمع ہو گئے۔ پس میں نے ان قطروں کو اپنی زبان سے چوس لیا جس سے میرے سینے میں علم کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا نیز فرمایا! مجھے میرے آقا ﷺ اپنے الم نشرح کے سینے پر لٹاتے تھے، اپنی زبان چسواتے تھے، اپنے ساتھ سلاتے تھے۔ یہ اس لعاب دہن کی برکت ہے کہ میرے سامنے عیسائی آئے تو اس کو انجیل سے جواب دیتا ہوں۔ یہودی آئے تو اس کو تورات پڑھ کر جواب دوں اور مسلمان کو قرآن سے جواب دوں۔

قرآنی علوم اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، قرآن مجید سات حروف پر نازل ہوا۔ ہر حرف کا ایک ظاہر ہے ایک باطن اور علی بن ابی طالب کے پاس ظاہر کا علم بھی ہے باطن کا بھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنا فرمان ہے خدا کی قسم! مجھے ہر آیت کا شانِ نزول اور یہ کہ کون سی آیت کہاں نازل ہوئی، کس کے بارے میں نازل ہوئی، کس کے خلاف نازل ہوئی، یہ سب مجھے معلوم ہے۔ مجھے اللہ نے عقل سے بھرپور دل دیا ہے اور بولنے والی زبان عطا فرمائی ہے۔ (تاریخ الخلفا)۔

طبرانی میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، قرآن کے بارے میں مجھ سے پوچھو، میں جانتا ہوں کہ کون سی آیت دن کو نازل ہوئی اور کون سی رات کو، کون سی ہموار زمین پہ نازل ہوئی اور کونسی پہاڑی علاقے میں، اب اس حدیث کا مفہوم واضح ہو گیا جو مسند بزار، طبرانی، حاکم اور ترمذی نے روایت فرمائی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ قرآن کے ساتھ ہے، قرآن علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ یہ آپس میں جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوضِ کوثر پہ میرے پاس آئیں گے۔ (علی رضی اللہ عنہ مع القرآن و القرآن مع علی رضی اللہ عنہ)

حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قیامت تک کے احوال کی خبر رکھتے تھے اور اسی لیے بالاتفاق تمام علوم کے سمندر بے کنار آپ رضی اللہ عنہ ہی ہیں اور تمام علوم کی نہریں انہی کے چشمۂ فیض سے چلی ہیں۔ ولی، قطب، غوث، ابدال، اوتاد، درویش، قلندر، سالک، قادری، نقشبندی، سہروردی، چشتی، معرفت، حقیقت، طریقت، شریعت، یہ سب علم کی نہریں باب مدینۃ العلم کے فیض سے رواں دواں ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے پوری شب بسم اللہ کے صرف حرف ''با'' کی تفسیر شروع فرمائی، یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر اور رات ہوتی تو بیان کرتا رہتا۔ واللہ! یہ سمندر سے قطرہ بھی بیان نہیں کیا۔ حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ اگر میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر لکھوں تو ستر اونٹ کتابوں سے لادے جائیں تو بھی تفسیر سورۂ فاتحہ ختم نہ ہو سکے۔ (الحلیہ صفحہ 95 جلد 1)

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم رکاب میں ایک پاؤں رکھتے اور دوسرا پاؤں رکاب میں رکھنے تک پورا قرآن پڑھ کر ختم فرما لیتے۔ یہ آپ رضی اللہ عنہ کی کمال شان کرامت تھی۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

ایک دفعہ ایک غیر ملکی اور غیر مسلم مفکر کا قول نظر سے گزرا (نام یاد نہیں) اس کے مطابق اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوات میں مصروفِ کار نہ رہتے اور صرف علم کی میراث بانٹتے تو قیامت تک روئے زمین پر کوئی جاہل اور ان پڑھ نہ رہتا۔ (اتفاق کرنا ضروری نہیں)۔

ایک شخص نے حضرت علی مشکل کشا سے سوال کیا کہ آپ نے بڑی فتوحات کیں اور جنگی معرکے سر کیے اور ایک سپہ سالار کے بہت ہی قابلِ رشک جوہر دکھائے اور حضور ﷺ کے ساتھ خاص قرب داری رہی اور اللہ نے آپ کو بہت عزتوں، محبتوں، رفعتوں سے نوازا۔ کیا آپ کے دل میں کوئی حسرت بھی رہی؟۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں یہ حسرت ہی رہی کہ جتنا حضور ﷺ کی نسبت سے اللہ نے مجھے علم دیا اس کے مطابق کسی نے مجھ سے ایسا سوال نہیں کیا جس کا جواب دینے میں ذرا سی بھی مشکل پیش آئی ہو اور دوسرا یہ کہ جتنا مجھے اللہ نے سخاوت کی نعمت سے نوازا تھا اُس کے مطابق کبھی کسی نے میری شان کے مطابق مانگا ہی نہیں ہے''۔
(واللہ اعلم)

علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہے، میں ﷺ علی رضی اللہ عنہ سے ہوں

قال النبی ﷺ علی انت منی و انا منک

''اے علی رضی اللہ عنہ تُو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں''۔

(بخاری شریف صفحہ 525 جلد 1)

عمران بن حصین سے مشکوٰۃ باب مناقب علی رضی اللہ عنہ فصل ثانی میں اس طرح ہے:

''ان علیا منی و انا منہ وھو ولی کل مؤمن''

''علی رضی اللہ عنہ مجھ ﷺ سے ہے اور میں ﷺ علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور علی رضی اللہ عنہ ہر مومن کا ولی ہے''۔

''انا من علی و علی منی'' کے الفاظ بھی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے:

علی منی بمنزلۃ راسی فی بدنی

''علی رضی اللہ عنہ میرے لیے ایسے ہے جیسے بدن کے لیے سر'' (طبرانی)

علی رضی اللہ عنہ حق ہے

حضرت علی المرتضیٰ کو ہر معاملہ میں حق پر ماننے کا عقیدہ کئی دلائل پر مبنی ہے۔ بالخصوص حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو حضور انور ﷺ کا فرمانا کہ ''**تقتلک الفئۃ الباغیہ**، تجھے حق کے خلاف خروج کرنے والی جماعت قتل کرے گی''۔

(ترمذی صفحہ نمبر 221 جلد 2)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

''**قال العلما الحدیث حجۃ ظاھرۃ فی ان علیا محقا**''

علما نے اس حدیث سے کھلم کھلا یہ اخذ کیا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ حق و صواب پر تھے اور دوسرے گروہ کو خطا اجتہادی ہوئی تھی کیونکہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ متواتر بدل و جان سید علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ ان معرکوں میں رہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تو یہاں تک فرماتے ہیں: ''مجھے اس سے زیادہ اور کوئی چیز بری نہیں لگی کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر باغیوں سے جنگ نہ کی۔'' (مشکوۃ صفحہ 159)

چیف آف حیدری سٹاف، مفکرِ اسلام، مفسرِ قرآن، شیخ الحدیث والتفسیر علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی نے ایک موقع پر اپنے پُر تاثیر اور روحانی خطاب میں ''علی رضی اللہ عنہ حق ہے'' پر نا قابلِ فراموش، انمٹ، اٹل اور بانگ دہل ارشاد فرمایا: ''علی حق ہے۔ مجھے کسی حضرت کے فتویٰ، کسی فتویٰ فروش مفتی کے فتویٰ کی ضرورت نہیں، میرے لیے میرے آقا ﷺ کا ارشاد مبارکہ کافی ہے، ''علی جدھر ہے حق ادھر ہے''۔ گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا۔ اللہ تعالیٰ شاہ جی صاحب کے علم، عمر، رزق، صحت اور عمل میں مزید برکات اور رفعتیں عطا فرمائے آمین! آمین! یا ربّ العالمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔

لفظ حیدر کی وجہ تسمیہ

علما حضرات نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لقب ''حیدر'' بارے فرمایا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صرف تین

ماہ کے تھے کہ آپ ؓ پر ایک بہت بڑا اژدھا جھولے میں آ گیا۔ علی المرتضیٰ ؓ نے دونوں ہاتھ اس کے منہ میں ڈال کر اس کو دو ٹکڑے کر دیا اور جب والدہ نے دیکھا تو خوشی سے اچھل پڑی اور کہا، حیۃ در، ''حیۃ'' عربی میں سانپ کو کہا جاتا ہے اور ''در'' ہو سکتا ہے فارسی کے لفظ ''دریدن'' سے ہو اور ہو سکتا ہے عربی میں بھی خوشی یا گھبراہٹ کے موقع پر یہ لفظ بے اختیار زبان سے نکل جاتا ہو۔ بہر حال اسی سے پھر لفظ حیدر بنا کہ سانپ کو چیر پھاڑ دینے والا شیرِ خدا۔ (واللہ اعلم)

حضرت علی ؓ میدان جنگ میں فخریہ طور پر بطور خاص اپنے مدِ مقابل مبارز کو فرماتے ''سمتنی امی حیدرا''۔ جنگِ بدر میں کل ستر افراد مارے گئے جن میں سے 35 حضرت علی ؓ نے واصل جہنم فرمائے اور باقی 35 کا کام سب نے مل کر کیا۔ (نہج البلاغہ سے ماخوذ)

برکات نام علی ؓ

خدا ہی جانتا ہے کہ اس نے اس نام (علی ؓ) میں شجاعت و بہادری، صفات و کمالات کے کتنے خزانے چھپا رکھے ہیں کہ پاکستان بنا تو محمد علی، جماعت علی، باکسنگ کی دنیا میں لوہا منوائے تو محمد علی، ولایت کی دنیا کا تاجدار بنے تو داتا علی، مہر علی۔ یہ سب کے نام کے ساتھ علی علی کیوں لگ رہا ہے اور پاکستانی فوج جب بھی میدان میں نکلے تو نعرہ لگتا ہے: ''یا علی''۔

حضرت علی ؓ نے اپنی زندگی میں دس ہزار دشمنوں کے ناپاک وجود سے خدا کی زمین کو پاک کیا

علی نے خیبر کے در کو توڑا
علی نے مرحب کے سر کو پھوڑا
علی نے کعبے میں بت نہ چھوڑا
علی علی ہے علی علی ہے۔

(نہج البلاغہ سے ماخوذ)

نہج البلاغہ نسخۂ نایاب

''نہج البلاغہ'' حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے خطبات وخطوط پر مبنی فقید المثال تصنیف ہے۔ زبان و بیان اور فصاحت و بلاغت کا نسخہ نایاب ہے۔ مسلم اور غیر مسلم دانشوروں نے اس کتاب کو کتاب حکمت و موعظت قرار دیا ہے۔ اس نادر المثال تصنیف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا اپنے نامزد گورنر مالک اشتر کو لکھا ہوا ایک ''نصیحت نامہ'' خط کی شکل میں درج ہے، اس میں حکمرانوں کے لیے حکمرانی کے منشور و دستور کے اصول درج ہیں۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے بھی یہ خط تمام ممالک کے حکمرانوں کو ارسال کیا تھا تاکہ انصاف کا بول بالا ہو اور دنیا میں امن و امان قائم ہو۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے سابقہ صدر فیلڈ مارشل ایوب خاں نے بھی یہ خط اپنے تمام افسران کو بھیجا تاکہ وہ احکاماتِ قرآن و حدیث کی روشنی میں ''فکرِ علی'' کو اجاگر کریں لیکن محسوس ہوتا ہے کہ مسلم حکمرانوں نے اس خط کے متن کو سمجھنے اور اسے عملی جامہ پہنانے میں کوتاہی برتی ہے۔ ورنہ آج مسلم ممالک کی یہ حالت نہ ہوتی جو آج نظر آ رہی ہے۔ مسلمانوں کے اکثر ممالک میں جبر واستبداد کا نظام ہے لیکن اسلام ایک ضابطۂ حیات ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا یہ خط نفاذِ اسلام کا آئینہ دار ہے۔ اس خط پر ایک اجمالی نظر ڈالنے سے اسلامی نظام کے خدوخال واضح ہو جاتے ہیں۔ چند نکات درج ذیل ہیں جو حضرت علی المرتضیٰ ؓ گورنر مالک اشتر سے مخاطب ہوتے ہوئے نصیحت کرتے ہیں۔

1۔ حکومت ظالموں کی طرح نہیں بلکہ عادلوں کی طرح کرو۔
2۔ تکبر سے دور رہو
3۔ چاپلوسوں اور حاشیہ برادروں سے خبردار رہو
4۔ عوام کے حقوق کا تحفظ کرو
5۔ غریبوں اور کسانوں کی فلاح و بہبود پر خصوصی توجہ دو اور ان پر اپنے دروازے کھلے رکھو
6۔ عوامی کچہریاں لگا کر براہِ راست ان کے مسائل واحوال سنو
7۔ کنجوس، حریص اور بزدل کی صحبت و مشاورت سے بچو
8۔ صاحبانِ علم و دانش، مردانِ خدا پرست و نیک کردار کو مشیر بناؤ
9۔ فوج کو مراعات دو کیونکہ انہی سے تحفظ و استحکام عوام وریاست ہے
10۔ قابل اور دیانتدار لوگوں کو جج مقرر کرو اور انہیں معقول تنخواہ دو تاکہ بدعنوانی سے دور رہیں اور صحیح میرٹ پر فیصلے کریں
11۔ کسی رشتہ دار کو زمین الاٹ نہ کرو
12۔ انصاف اور غیر جانبداری کو وطیرہ بناؤ
13۔ جنگ اور خون خرابہ کو ٹالو اور امن وامان میں فلاحِ انسانیت ڈھونڈو
14۔ خوفِ خدا اور خدمت انسان میں اسلام ہے۔

جس ہستی کو محسنِ انسانیت حضور سرور کائنات ﷺ کی آغوش عاطفت بچپن ہی سے میسر آ گئی ہو اور جس کی حیاتِ اقدس کا لمحہ لمحہ صاحبِ یٰسین، آقائے گیتی پناہ کی زلفِ عنبریں کی طرح داری کی قربتوں میں بسر ہوا ہو اور جو ہر وقت آقا ﷺ کے جمالِ جہاں آرا کی زیارت کرتا رہا ہو، جسے ہر گھڑی براہِ راست حضور ﷺ کی چشم عنایت کا فیضان ملتا رہا ہو، جس کے مشامِ جاں زندگی کے ہر ثانیے میں پسینائے حبیبِ خدا ﷺ کی خوشبو سے معطر و معنبر رہے ہوں، جس سراپائے یمین و سعادت کی آنکھیں ہر وقت محبوب خدا ﷺ کو مکہ اور مدینہ شریف کی گلیوں میں محوِ خرام دیکھتی رہی ہوں اور قربتِ محمدی ﷺ کی یہ انتہا کہ آپ ﷺ کی سب سے لاڈلی، پیاری صاحبزادی اور پارۂ جاں، مخدومۂ کونین، خواتین جنت کی سردار، معدن ومخزن عفت وعصمت (جس کی سواری قیامت کے روز گزرے گی تو جن وانس سب کے لیے یہ حکم ہوگا کہ نظریں جھکا لو محمد ﷺ کی بیٹی کی سواری آ رہی ہے) سیدہ فاطمۃ الزہرا جس کی اہلیہ محترمہ ہوں، اس علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل وکمالات، مناقب اور ان کے عروج وارتقا کو کون پہنچ سکتا ہے اور ان کے مقام ومرتبہ کو کون اور کیسے بیان کر سکتا ہے۔

تاجدارِ فخر وغنا، فاتح خیبر، شیرِ خدا، دامادِ حبیب کبریا سیدنا علی المرتضیٰ ؓ تاریخ اسلام کا وہ تابناک باب اور ایسی عظیم الشان شخصیت ہیں جن کے اسمِ گرامی کے ساتھ فقر وغنایت، غیرت وحمیت، شہامت و شجاعت، جرأت وبسالت اور شوکت وسطوت کی آبرو وابستہ ہے۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مقام و مرتبہ، کمالات وجمالات اور اسلام کے لیے بے مثال اور لازوال قربانیوں کی داستان تو کبھی نہ ختم ہونے والی ہے اور مجھ جیسا کم اور کور علم، کم فہم، حقیر اور پُرتقصیر بھلا مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان اور آن کے بارے میں کیا لکھے گا؟ اس کی حیثیت ہی کیا ہے، ''کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ''۔ یہ تو بس ہُدہُد کی طرح بس چونچ میں پانی کے قطرہ جتنی حاضری کی حقیر سی کوشش ہے۔

شہادت امام علی الحق ؓ

جب وہ دن قریب آنے لگا جس روز ہادی امام ؓ نے اپنے خالق حقیقی سے ملنا تھا تو آپ ؓ کو کہا

گیا کہ اے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ نے کھانا چھوڑ دیا ہے کچھ تو کھا لیا کریں ۔ فرمایا ''لیلة او لیلتان'' کوئی بات نہیں اب تو ایک دو رات کا معاملہ رہ گیا ہے۔ جس رات کی صبح کو آپ رضی اللہ عنہ نے شہید ہونا تھا، اس رات بار بار گھر سے باہر نکل کر آسمان کی طرف نظر فرماتے تو زبان سے یہ جملہ استعمال فرماتے ۔'' واللہ یہ تو وعدہ کی وہی رات ہے''۔ جب سحری ہوئی تو فرزند و نورِ نظر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا! بیٹا آج میں نے سید دوجہاں، تمہارے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ اے علی رضی اللہ عنہ! اس امت سے تمہیں آرام نہیں ملا ان کے حق میں دعا کرو، میں نے یوں دعا کر دی ہے'' اے اللہ مجھے اس کے بدلے بہتر عطا فرما اور انہیں میرے بدلے بُرا دے''۔

اب نمازِ فجر کی مسجد کوفہ میں اذان ہوتی ہے اور آپ رضی اللہ عنہ حسب معمول گھر سے نکلے اور لوگوں کو نماز کے لیے پکارتے ہوئے چل رہے تھے کہ راستہ میں کچھ بطخیں آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے آکر زور سے چلا چلا کر منہ مارتی دیکھی گئیں، ہم انہیں ہٹانے لگے تو حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کو نہ ہٹاؤ۔ یہاں تک کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جامع مسجد کوفہ میں تشریف لے آئے اور وہیں ملعون، لعین عبد الرحمٰن بن ملجم خارجی چھپا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اس کے آگے سے گزر کر مسجد کے اندر ایک جگہ جا کر نماز سنت فجر موکدہ کی نیت ادا فرمائی اور ایک رکعت سنت ادا فرما چکے تھے کہ جب دوسری رکعت بحالت قیام کھڑے پڑھ رہے تھے تو ظالم نے اچانک پچھلی جانب سے ترچھی زہر آلود تلوار اس قدر زور سے ماری کہ آپ رضی اللہ عنہ کے سر مبارک اور کنپٹی کو کاٹ کر رکھ دیا اور خون کا فوارہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دامنِ اقدس کو ایسا رنگین کر گیا کہ سید السادات، شہنشاہِ ولایت، باب مدینۃ العلم، فاتح خیبر، حیدر کرار، ہادیٔ انام، امیر المومنین رضی اللہ عنہ خون میں نہا گئے۔ یہ حشر دیکھنا تھا کہ لوگ جلدی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سنبھالنے اور سانحہ عظیمہ کے صدمہ سے دھاڑیں مار مار کر رو پڑے اور کچھ لوگوں نے ملعون خارجی کو پکڑے رکھا تاکہ یہ بھاگ نہ جائے۔

جامع مسجد کوفہ سے سرکار مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کے اس حملہ سے آہ و بکا بلند ہوئی تو لوگ گھبراتے اور روتے ہوئے مسجد میں آ گئے اور جونہی یہ خبر شہزادے سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما کو ہوئی تو وہ بھی روتے ہوئے جم کثیر سے گزر کر اپنے شفیق باپ کو خون میں لت پت دیکھا تو یا ابتاہ یا ابتاہ کی صدائیں حوسینہ کو چاک کر رہی تھیں اپنے باپ معظم رضی اللہ عنہ کے قدموں کو بوسے دیتے لیٹ گئے۔ اس منظر بے کسی نے اہالیان جم کثیر کے دل چھلنی چھلنی اور پاش پاش کر دیے۔ ایک شاعر کی زبان میں کچھ ایسا منظر تھا:

فغان کہ راحت دل آرام جاں رفت
شاہ زمان قدر و شاہ جہاں برفت
غم شد محیط مرگ ز حالم بہر طرف
کاں مرکز محیط کرم از میاں رفت

اِس زخم کاری اور خون میں تر بتر سرکار سید السادات رضی اللہ عنہ رو پڑے اور زبانِ اقدس سے فرمایا:

'' میں اس لیے نہیں رو رہا کہ مجھے موت کا خوف ہے بلکہ اس لیے رو رہا ہوں کہ مجھے میرے آقا و مولا سرکار محمد صلی اللہ علیہ وسلم یاد آ گئے ہیں اور ان کے وہ الفاظ کہ اے علی رضی اللہ عنہ، جب بد بخت تجھ پر حملہ کرے گا تو تیرا چہرہ اور داڑھی خون سے تر ہو جائے گی اور تُو اس وقت کس حال میں ہوگا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا: دنیا میں ایک بد بخت وہ تھا جس نے سیدنا صالح جیسے جلیل القدر نبی علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں اور اے علی رضی اللہ عنہ دوسرا بد بخت وہ ہے جو تجھ پر زہر آلود تلوار سے حملہ کرے گا''۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا میں تم سے کہا کرتا تھا بلکہ اس کو بھی کہا کرتا تھا کہ یہی میرا قاتل ہے۔ یہ بد بخت مجھ سے بڑی ولا اور محبت کے دعوے کیا کرتا تھا اور ہر مشکل و تنگدستی کے موقع پر مجھ سے مدد لیتا تھا اور میں کہا کرتا تھا اے الٰہی! عجب بات ہے کہ میں اس کا بھلا کرتا ہوں اور یہ میرے قتل کا دل میں ارادہ رکھتا ہے۔ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک قول بھی یاد آیا۔ آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے'' کہ جس کے ساتھ بھلائی کرو اُس کے شر سے بھی بچو''۔

پھر فرمایا حسن اور حسین رضی اللہ عنہما! نماز فجر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے، مجھے چھوڑ دو اور نماز با جماعت ادا کرو۔ نماز فجر سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور لوگوں نے نماز پڑھی تو دیکھا کہ خون میں بھرے اور زخم جس پر کپڑا باندھا ہوا تھا، اسی حال میں سرکار مولا علی رضی اللہ عنہ نمازِ فجر ادا فرما رہے تھے۔ امامِ زمانہ جب نماز پڑھ چکے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: '' اے اللہ تیرا شکر ہے، میں کامیاب ہو گیا ہوں اور ربِّ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا ہوں اور میں اس حال میں تیری بارگاہ میں حاضر ہو رہا ہوں کہ تو خوش ہوگا اور میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوں گے''۔ (نواسہ سید الابرار بحوالہ، مناقب اسد اللہ الغالب، الجواہر) سب نے زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ سیدنا مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' خاموش ہو جاؤ میرے دل کو تکلیف ہوتی ہے۔ امِ کلثوم نہ روؤ، اے زینب نہ روؤ، کیا تم اس بات پر خوش نہیں جو اللہ کو پسند ہے، پھر فرمایا! اچھا علی کا آخری سلام ہو اے میرے گھر والو، اب نہ رونا میں جا رہا ہوں، وہ دیکھو کون عظیم ہستیاں آ رہی ہیں۔ یہ فرشتوں کی جماعت اور انبیائے کرام کی جماعت اور سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں۔ اے علی رضی اللہ عنہ! بشارت ہو تم اس سے بہتر مقام کی طرف لوٹ رہے ہو۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا تو مقام احترام کے پیشِ نظر سب خاموش ہو گئے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوئی کلام نہ فرمایا۔ اسی حالت میں بیت علی کے چاروں طرف سے غیبی آوازیں بحق شانِ علی رضی اللہ عنہ سنائی دیں اور ندا آئی ہٹ جاؤ، ہٹ جاؤ۔ سرکار رحمۃ للعالمین آقا صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہوئے ہیں۔ اس کے بعد مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی یہ آواز سنائی دی: **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔**

19 رمضان المبارک کو حملہ ہوا۔ 21 رمضان المبارک کے آغاز میں شب کے وقت یہ مہد آغوشِ نبوت میں پرورش پانے والا، میدانِ بدر میں اپنی تیغ ناز سے دشمنانِ اسلام کے پرخچے اڑا دینے والا، معرکۂ احد میں شمع رسالت کی حفاظت فرمانے والا، غزوۂ خندق میں عمرو کی انانیت کی دھجیاں فضائے بسیط میں بکھیر دینے والا، خیبر شکن، بت شکن، کبھی کسی سے ذاتی انتقام نہ لینے والا، غریقِ بحر و زہد و اتقا، منبعِ فیوض و برکات، سید السادات، سراجِ آلِ نبوت، امام المتقین، خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم منصب خلافت پر پونے پانچ سال رہ کر عمر مبارک بوقت شہادت تریسٹھ سال بموافق عمر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم عجز و انکسار کا نذرانہ لے کر اس دارِ فانی سے دار البقا کی طرف منتقل ہوا۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون** ۔ امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے آپ رضی اللہ عنہ کو عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی معاونت سے غسل دیا۔

بقیہ: صفحہ نمبر 21 پر

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

علامہ محمد ارشد

آپ بارہ ائمہ اہل بیت میں سے ساتویں امام ہیں۔

آپ کی ولادت

جمہور علمائے کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کی پیدائش کا سال 128 ہجری ہے۔

والدینِ کریمین

آپ ائمہ اہل بیت میں سے چھٹے امام حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے صاحبزادے تھے۔ آپ کی والدۂ محترمہ کا نام حمیدہ بربریہ سلام اللہ علیہا تھا۔ حضرتِ امام جعفرِ صادق علیہ السلام آپ کے بارے میں فرماتے تھے کہ میرے تمام بیٹوں میں موسیٰ کاظم بہترین بیٹے ہیں اور یہ اللہ پاک کے موتیوں میں سے ایک موتی ہیں۔

(تاریخ مشائخ قادریہ: صفحہ 101)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے القابات

جس طرح کوئی شخص ان گنت محاسن رکھنے کے باوجود کسی ایک وصف میں زیادہ معروف وممتاز ہوتا ہے اور دنیا اسی وصف کا زیادہ ذکر کرتی ہے۔ اسی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات میں بھی اخلاق نبوی کے بے شمار محاسن تھے لیکن آپ کا ذوق عبادت اور بردبار ہونا خلق خدا کی زبان پر عام تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت خداوندی سے محبت نے لوگوں کو اس قدر متاثر کیا کہ وہ آپ کو "عبد صالح"، یعنی نیک وعبادت گزار کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

(تذکرۃ الکاظم لراحۃ ابی القاسم)

امام موسیٰ کاظم حلیم اور بہت بڑے بردبار تھے اور غیظ وغضب کو برداشت کرنے میں منفرد تھے بایں وجہ آپ کا لقب کاظم ہے۔ ایک مرتبہ ایک آدمی نے آپ کو تکلیف اور اذیت پہنچائی تو آپ نے اس کو معاف بھی کیا اور ہزار دینار بھی اس کو عطا فرمائے۔

آپ علیہ السلام کو مہدی عباسی خلیفہ نے بغداد طلب کیا جب آپ بغداد پہنچے تو اس نے آپ کو جیل میں بلاوجہ بند کر دیا، ایک رات مہدی بن منصور نے حضرت علی المرتضی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا:

فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم

"کیا تم یہاں پہنچ گئے ہو کہ منہ اٹھائے زمین میں فساد مچا دو اور رشتہ داریوں کے حقوق کاٹتے پھرو"۔

مہدی جب خواب سے بیدار ہوا تو اسی وقت اپنے وزیر ربیع کو بلایا، ربیع کہتا ہے کہ جب میں گیا تو مہدی اس آیت کو بلند آواز سے پڑھ رہا تھا اور مجھے کہا کہ ابھی جا کر جیل سے موسیٰ بن جعفر کو لے آؤ، میں جا کر آپ کو لے آیا، مہدی نے اٹھ کر ادب واحترام کے ساتھ اپنے پاس بٹھایا اور انہیں خواب سنائی نیز کہا کہ آپ میرے خلاف بغاوت تو نہیں کریں گے آپ نے فرمایا نہ میرا یہ ارادہ ہے اور نہ ہی میں تمہارے خلاف بغاوت کرنا چاہتا ہوں، مہدی بولا بالکل ٹھیک بات ہے پھر اس نے ربیع کو کہا کہ امام کی خدمت میں دس ہزار دینار پیش کیے جائیں اور ان کو مدینہ منورہ واپس پہنچایا جائے، چنانچہ آپ مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ (شذرات الذھب، شواہد النبوۃ)

(بارہ امام: مفتی غلام رسول جماعتی نقشبندی)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا علمی مقام

آپ بہت بڑے عالم اور محدّث تھے۔ بڑے بڑے محدّثین نے آپ سے روایت لی ہے چنانچہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ امام موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب الہاشمی ابو الحسن المدنی الکاظم سلام اللہ علیہم اجمعین سے روایت کرنے والے آپ کے دونوں بھائی محمد اور علی ہیں اور آپ کی اولاد سے ابراہیم، حسین، اسماعیل اور علی الرضی بھی آپ سے روایت کرتے ہیں، نیز صالح بن یزید اور محمد بن صدقہ العنبری بھی روایت کرتے ہیں۔

ابو حاتم نے کہا کہ امام موسی ثقہ اور صدوق اور مسلمانوں کے امام ہیں۔ (تہذیب التہذیب)

حافظ ذہبی نے بھی ابو حاتم کا مذکورہ قول نقل کیا اور کہا امام ہیں اور آپ سے متعدد احادیث مروی ہیں اور یہ حدیث بھی آپ سے مروی ہے:

قال رسول اللہ ﷺ الوضوء قبل الطعام ینفی الفقر وبعدہ ینفی الغم ویصح البصر

"کھانے سے پہلے وضو کرنا فقر اور غربت کو دفع کرتا ہے اور کھانے کے بعد وضو کرنا غم دور کرتا ہے اور نظر کو صحیح رکھتا ہے"۔

(میزان الاعتدال)

کتب احادیث کی قسموں میں سے ایک قسم مسند ہے اور مسند حدیث کی وہ کتاب ہے جس میں حدیثیں اسماء صحابہ کی ترتیب سے ان کی اسلامی خدمات کے پیش نظر جمع کی جائیں یا صحابہ کے حسب و نسب کے لحاظ سے جمع کی جائیں جیسے مسند امام احمد بن حنبل اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی بھی مسند امام کاظم ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی آپ کے فتاوی موجود ہیں۔ (تاریخ الحدیث)

امام موسیٰ کاظم کو جب ہارون الرشید نے جیل میں قید کر دیا تو قاضی ابو یوسف اور امام محمد (جو کہ امام ابو حنیفہ کے شاگرد تھے) دونوں جیل خانہ میں امام کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ آپ سے علمی گفتگو کریں اور پتہ لگ سکے کہ امام کا علم کہاں تک ہے جب گفتگو شروع کرنے لگے تو جیلر آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: حضور آج رات میں نے گھر جانا ہے صبح حاضر خدمت ہوں گا۔ اگر کوئی چیز ضرورت ہو تو مجھے بتائیں میں صبح لیتے آؤں گا آپ نے فرمایا: چلے جاؤ کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے جب وہ چلا گیا تو امام موسیٰ کاظم نے قاضی

ابو یوسف اور امام محمد کو کہا اس آدمی پر مجھے تعجب ہے جو کہتا ہے کہ اگر کسی چیز کی ضرورت ہے تو مجھے بتائیں میں صبح پیش کر دوں گا حالانکہ صبح سے پہلے رات کو ہی اس نے فوت ہو جانا ہے۔ جب قاضی ابو یوسف اور امام محمد نے یہ بات سنی تو انہوں نے امام موسیٰ کاظم سے کوئی علمی گفتگو نہ کی بلکہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم تو امام سے فرض اور سنت کے بارے گفتگو کرنا چاہتے تھے لیکن امام نے ہمارے ساتھ علم غیب کے بارے میں گفتگو شروع کر دی ہے۔ اللہ کی قسم ہم اس بات کی تحقیق کرنے کے لیے ایک آدمی کو اس جیلر کے گھر بھیجیں گے کہ امام موسیٰ کاظم نے جیلر کے بارے میں جو بات کہی ہے وہ درست ہوتی ہے یا نہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک آدمی کو مقرر کیا اور وہ جیلر کے مکان کے دروازے پر بیٹھا رہا جب نصف رات ہوئی تو جیلر کے گھر سے یہ آواز آئی کہ گھر کا مالک جیلر فوت ہو گیا ہے جو انہوں نے آدمی مقرر کیا تھا اس نے آکر ان کو بتایا کہ جیلر تو مر گیا ہے۔ یہ بات سن کر قاضی ابو یوسف اور امام محمد حیران ہو گئے۔

(نور الابصار: صفحہ 265)

آپ کی سخاوت

جُود وسخا کا یہ عالم تھا کہ فقرائے مدینہ کو تلاش کرتے اور ہر ایک کو اس کی ضرورت کے مطابق رقم رات کے وقت اِس طرح پہنچاتے کہ انہیں خبر تک نہ ہوتی کہ یہ رقم کون دے کر گیا ہے۔

آپ کی کرامت

حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں سفرِ حج کے دوران سرزمین قادسیہ میں جا نکلا وہاں میں نے ایک حسین وجمیل اور بلند قامت نوجوان کو دیکھا پشمینہ کے لباس میں ملبوس اور کندھے پر ایک شملہ آویزاں تھا اور پاؤں میں جوتا پہنے ہوئے تھا وہ کثیر لوگوں سے ہوتا ہوا ایک جگہ اکیلا ہو کر بیٹھ گیا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ نوجوان صوفیا کے گروہ سے معلوم ہوتا ہے اور آرزومند ہے کہ اس سفر میں مسلمان اس کی مدد کریں۔ اس لیے بہتر ہے کہ میں اسے جا کر روکوں تا کہ وہ اس کام سے باز آ جائے میں جب اس کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے کہا: اے شقیق کثیر گمانوں سے پرہیز کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں یہ کہہ کر وہ چل دیا میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ عجیب بات ہوئی کہ اس نے میرا نام اور مافی ضمیر کہہ دیا ہے یہ کوئی نہایت نیک اطوار شخص ہے مجھے اس سے معذرت کرنی چاہیے، میں آگے بڑھا لیکن وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ جب ہم لوگ وادی فضہ میں پہنچے تو اسے نماز میں دیکھا اور اس کے جسم پر لرزہ طاری تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے میں معذرت کرنے کے لیے اس کی جانب گیا تو اس نے کہا اے شقیق! اس آیت کی تلاوت کرو:

وَاِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى (طٰہٰ:82)

”اور بے شک میں بہت معاف کرنے والا ہوں اُسے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے عمل کیے پھر ہدایت پر رہا“۔

یہ کہا اور مجھے چھوڑ کر چل دیا میں نے یہ خیال کیا کہ یہ شخص ابدال ہے جس نے دوبارہ میرے خیال کو بھانپ لیا پھر ایک جگہ ایک کنویں پر اس کو پایا اس کے ہاتھ میں ایک ڈول تھا جس سے وہ پانی نکالنا چاہتا تھا لیکن وہ ڈول ہاتھ سے کنویں میں جا پڑا اس نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا:

”تو میرا ربّ ہے بے شک تو میرے لیے کھانا فراہم کرتا ہے جب میں کھانے کا ارادہ کرتا ہوں اے میرے اللہ! اے میرے سردار! تیرے غیر کی طرف قدم نہ اٹھے“۔

بخدا میں نے پانی کو اوپر آتے ہوئے دیکھا تو اس نوجوان نے اپنا ہاتھ بڑھا کر ڈول کو پانی پر سے اٹھا لیا اور اس سے وضو کر کے چار رکعت نماز ادا فرمائی پھر وہ ایک ریت کے ٹیلے کی طرف چل پڑا اور اپنی مٹھی میں تھوڑی سی ریت پکڑ کر اس ڈول میں ڈال دی پھر اسے خوب ہلایا اور پی گیا یہ دیکھا تو اس کے پاس گیا اور سلام عرض کیا اس نے سلام کا جواب دیا میں نے نوجوان سے کہا: اے نوجوان مجھے کھانا کھلائیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپ کو بہت کچھ دے رکھا ہے اس نوجوان نے کہا: اے شقیق! مجھے اللہ تعالیٰ کی ظاہر و باطن کی نعمتیں ملتی رہتی ہیں اس لیے تو اس بارے میں نیک گمان رکھ، پھر اس نوجوان نے مجھے وہی ڈول دیا جس سے میں نے پی لیا۔ اس میں ستو اور شکر تھے، اللہ کی قسم اس سے شیریں اور لذیذ پانی میں نے کبھی نہیں پیا اور خوب سیر ہو کر پیا اس کے بعد جب ہم مکہ معظّمہ پہنچے تو میں نے اس سے نماز تہجد میں دیکھا وہ نہایت خشوع سے نماز میں مشغول تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ یہ رات تک سلسلہ جاری رہا صبح طواف کے بعد وہ باہر چلا گیا میں بھی پیچھے چل پڑا اور دیکھا کہ اب اس کے پاس کئی خادم تھے اور کثیر تعداد میں لوگ اُس کے گرد جمع تھے اور سلام عرض کر رہے تھے اور سب اس کو یا ابن رسول اللہ کہہ کر پکار رہے تھے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا تو پتہ چلا کہ وہ حضرت موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ آپ سے بے شمار کرامات صادر ہوئیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام موسیٰ علیہ السلام کی قبر مبارک دعا کی قبولیت کے لیے تریاق اعظم کا حکم رکھتی ہے۔

(تاریخ مشائخ قادریہ: صفحہ 100)

مستجاب الدعوات تو ایسے تھے کہ جو لوگ آپ کے وسیلے سے دُعا کرتے یا آپ علیہ السلام سے دُعا کرواتے وہ اپنے مقصود کو پہنچتے اور ان کی حاجتیں پوری ہو جاتیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ عراق آپ کو بابُ الحوائج (یعنی حاجتیں پوری ہونے کا دروازہ) کہتے تھے۔ اپنے زمانے میں حنابلہ (یعنی فقہ حنبلی کے پیروکاروں) کے شیخ امام خلّال علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

”مجھے جب بھی کوئی معاملہ درپیش ہوتا ہے، میں امام موسیٰ کاظم بن جعفر صادق علیہما السلام کے مزار پر حاضر ہو کر آپ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری مشکل کو آسان کر کے میری مراد مجھے عطا فرما دیتا ہے“۔

(تاریخ بغداد، باب ماذکر فی مقابر بغداد)

امام اہلِ سنت، امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ عرض کرتے ہیں:

شانِ حلماً کانِ علماً جانِ سلماً السلام
موسیٰ کاظم جہاں ناظم مرا امداد کُن

”اے میرے آقا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام آپ پر سلام ہو کہ آپ حلم و بُردباری کی شان مخزنِ علم (یعنی علم کے خزانے) اور سلامتی کی جان ہیں۔ اے امام موسیٰ کاظم! آپ دنیا کے نظام کو چلانے والے، میری مدد فرمائیے“۔

(حدائق بخشش، ص 328)

بقیہ: صفحہ نمبر 42 پر

معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آصف بلال آصف

جذبہ حسن طلب ہر قدم ساتھ ہے
دائیں بائیں فرشتوں کی بارات ہے
سر پہ نورانی سہرے کی کیا بات ہے
شاہ دولہا بنا۔۔۔۔آج کی رات ہے
شب معراج آج کی رات ہے
عطرِ رحمت فرشتے چھڑکتے چلے
جس کی خوشبو سے رستے مہکتے چلے
چاند تارے جلو میں چمکتے چلے
کہکشاں زیر پا آج کی رات ہے
شب معراج آج کی رات ہے

آج وہ رات ہے کہ جس میں سرکار دو عالم ﷺ ۔۔۔۔۔احمد مجتبیٰ ﷺ ۔۔۔۔۔حضرت سیدنا سیدِ سادات خاتم النبین ﷺ ۔۔۔۔۔صاحب تاج لولاک ﷺ ۔۔۔۔۔سید سیاحِ افلاک ﷺ ۔۔۔۔۔ضامنِ علم مخذون ﷺ ۔۔۔۔۔امام جماعتِ انبیاء ﷺ ۔۔۔۔۔سرور بنی آدم ﷺ ۔۔۔۔۔روح روانِ عالم ﷺ ۔۔۔۔۔تاجدار دو عالم ﷺ ۔۔۔۔۔سید جہاں رسول کونین ﷺ ۔۔۔۔۔

رحمۃ للعالمین ﷺ ۔۔۔۔۔حضور نبی اکرم ﷺ نے دیدار ذات حق کیا۔۔۔۔۔

اللہ نے سورۃ بنی اسرائیل میں شب معراج کو ایسے بیان کیا کہ۔۔۔۔۔

ترجمہ: ''پاک ہے وہ ذات جو لے گیا اپنے بندے کو رات و رات مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک''۔

واقعۂ معراج اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔۔۔۔۔اس واقعہ میں اللہ پاک نے اپنے پیارے پیغمبر ﷺ کو اپنی قدرت کا مشاہدہ کروایا۔۔۔۔واقعۂ معراج اعلان نبوت کے دسویں سال اور مدینہ کی طرف ہجرت سے ایک سال پہلے پیش آیا۔۔۔۔

ماہ رجب کی 27ویں رات ہے۔۔۔۔۔اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔اے فرشتو! آج کی رات جنت الفردوس کو بہترین لباس اور زیور سے آراستہ کردو۔

۔۔۔۔۔اے جبرائیل میرا یہ پیغام میکائیل تک پہنچادو کہ رزق کا پیمانہ ہاتھ سے علیحدہ کردے۔

۔۔۔۔۔عزرائیل سے کہہ دو کہ کچھ دیر کے لیے روح کو قبض کرنے سے ہاتھ اٹھالے۔

۔۔۔۔۔پھر حکم ہوا کہ اے جبرائیل اپنے ساتھ 70ہزار فرشتے لے جاؤ اور میرے محبوب کو مہمان خاص بنا کر لے آؤ

۔۔۔۔۔جبرائیل ایک ایسی سواری لے کر حکمِ خداوندی سے سرزمین مکہ پر اترا۔۔۔۔۔جو آج تک کسی شہنشاہ کو میسر نہ ہوئی تھی۔

ماہ رجب کی ستائیسویں رات کتنی پرُ کیف رات ہے۔۔۔۔۔نصف رات ہونے کو ہے کہ یکا یک آسمانی دروازہ کھلتا ہے۔۔۔۔۔

حضرت جبرائیل انوار و تجلیات کو سمیٹے ۔۔۔۔۔فرشتوں کے جھرمٹ میں جنتی براق لیے۔۔۔۔۔آسمان کی بلندیوں سے اتر کر مکہ کی سرزمین پر ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لاتے ہیں۔۔۔۔۔جہاں محبوب خدا حضرت محمد ﷺ محوخواب ہیں۔

حضرت جبرائیل ہاتھ باندھ کر کھڑے ہیں کہ اگر ہاتھ لگایا تو بے ادبی ہوجائے گی۔

اسی وقت حکم ربیّ ہوتا ہے کہ اے جبرائیل میرے محبوب کے قدموں کو چوم لے۔۔۔۔۔تاکہ تیرے لبوں کی ٹھنڈک سے میرے محبوب کی آنکھ کھل جائے۔۔۔۔۔اسی وجہ سے میں نے تجھے کافور سے پیدا کیا ہے۔۔۔۔۔حضرت جبرائیل نے آپ ﷺ کے قدموں کو بوسہ دیا تو آپ ﷺ بیدار ہو گئے۔۔۔۔۔کیا دیکھتے ہیں کہ جبرائیل ہاتھ باندھے کھڑے ہے۔

آپ ﷺ پوچھتے ہیں کہ اے جبرائیل کیسے آنا ہوا۔۔۔۔۔؟

حضرت جبرائیل عرض کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاوے کا پروانہ لے کر حاضر ہوا ہوں۔۔۔۔۔اے حضور ﷺ تشریف لے چلیے کہ زمین سے لے کر آسمان تک ایک ہجومِ عاشقاں آپ ﷺ کی دید کا مشتاق ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔۔۔۔۔

چنانچہ آپ ﷺ نے سفر پر جانے کی تیاری کی اور اس موقع پر حضرت جبرائیل نے آپ ﷺ کے سینے کو چاک کیا اور دل کو دھو دیا۔۔۔۔۔

نبی کریم ﷺ کا بیان عالی شان ہے کہ۔۔۔۔

''آنے والا آیا اور اس نے میرا سینہ چاک کرنے کے بعد میرا دل نکالا پھر سونے کا تشت لایا گیا جو ایمان و حکمت سے لبریز تھا۔اس کے بعد میرے دل کو دھویا گیا اور پھر وہ ایمان و حکمت سے لبریز ہو گیا پھر میرے قلب کو سینہ اقدس میں رکھ دیا گیا''۔

اس موقع پر 40ہزار ملائکہ ارد گرد کھڑے تھے۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔آپ ﷺ کے سر مبارک پر عمامہ باندھا گیا

۔۔۔۔۔یہ عمامہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے سات ہزار سال پہلے بنایا گیا تھا

۔۔۔۔۔حضرت جبرائیل نے آپ ﷺ کو ایک نور کی چادر پہنائی

۔۔۔۔۔زمرد کی نعلین مبارک آپ ﷺ کے پاؤں میں زیب تن کی گئی

۔۔۔۔۔یاقوت کا کمر بند باندھا گیا

پھر وہ وقت آ گیا کہ حضور اکرم ﷺ براق پر تشریف لے گئے۔۔۔۔۔

کوثر جنت کی ایک نہر ہے اس کے کنارے سونے سے بنے ہوئے ہیں

-----حضرت جبرائیل نے رکاب سنبھال لی۔
-----حضرت میکائیل نے لگام تھام لی۔
-----حضرت اسرافیل نے زین کو سنبھالا۔

معراج کی رات 80 ہزار فرشتے نبی کریم ﷺ کی دائیں طرف اور 80 ہزار فرشتے بائیں طرف تھے-----جبکہ فضا درود پاک سے گونج رہی تھی-----درود پاک کی صداؤں میں آغاز سفر ہوا۔

نوریوں کی یہ نوری بارات سرسبز و شاداب وادیوں میں سے سفر کرتے ہوئے وادیٔ بسا میں پہنچتی ہے۔ جہاں کھجور کے بے شمار درخت ہیں-----

حضرت جبرائیل اتر کر کہتے ہیں کہ اے محبوب خدا یہاں پر دو رکعت نفل ادا کیجیے کہ یہ جگہ آپ ﷺ کی جائے ہجرت ہے-----

جس پہ اک بار چلے ہیں تیرے قدموں کے چراغ
راستے وہ کبھی ویران نہ ہونے پائے

راستے میں ایک سرخ ٹیلہ آتا ہے وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر مبارک تھی-----

حضور کریم ﷺ اس موقع پر فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا سرخ ٹیلے کے قریب حضرت موسیٰ کی قبر ہے اور وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ تیرہ سو کلومیٹر کا سفر چند لمحوں میں طے کر کے بیت المقدس پہنچ گئے کہ جہاں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر استقبال کے لیے بے قرار و بے چین کھڑے تھے-----حضور اکرم ﷺ اس مقام پر تشریف فرما ہوئے جسے بابِ محمد ﷺ کہا جاتا ہے-----حضرت جبرائیل ایک پتھر کے پاس آئے اور اس پتھر پر انگلی مار کر سوراخ کر دیا اور براق کو اس کے ساتھ باندھ دیا-----حضرت محمد ﷺ مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے---------قدسی سلام کر رہے ہیں-----

-----انبیاء آپ ﷺ سے شرفِ ملاقات حاصل کر رہے ہیں-----

-----حضرت جبرائیل نے اذان دی اور تمام انبیاء صف در صف کھڑے ہو گئے۔

----آپ ﷺ تمام انبیاء کی امامت فرماتے ہیں۔

-----تمام انبیاء نے آپ ﷺ کی امامت میں دو رکعات نماز ادا کی۔

-----ملائکہ اور انبیاء سب کے سب سر خم کیے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نوری جھرمٹ میں آسمان کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر مجھے اوپر آسمان کی طرف بلایا گیا۔

براق کی رفتار کا یہ عالم تھا کہ جہاں پر نگاہ کی انتہا ہوتی وہاں پر براق کا اگلا قدم ہوتا-----

فوراً ہی پہلا آسمان آ گیا اور حضرت جبرائیل نے دروازہ کھٹکھٹایا تو دربان نے کہا کون ہے-----؟

آپ نے کہا-----جبرائیل

تو پھر دربان نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کون ہیں-----؟

جبرائیل نے فرمایا-----حضرت محمد ﷺ

دربان نے کہا-----مرحبا! مرحبا!

دروازے انہیں کے لیے کھولے جائیں گے-----چنانچہ دروازہ کھولا گیا۔

-----پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام نے خوش آمدید کہا۔

-----دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام نے خوش آمدید کہا۔

-----تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام اپنی خوبصورتی اور جمال کے ساتھ خوش آمدید کہنے کے لیے موجود تھے۔

-----چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام نے خوش آمدید کہا۔

-----پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام نے استقبالیہ دیا۔

-----چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے خوش آمدید کہا۔

-----ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خوش آمدید کہا۔

حضرت ابراہیم علیہ سلام بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔

بیت المعمور وہ مقدس مقام ہے جہاں ستر ہزار (70000) فرشتے ہر روز داخل ہوتے ہیں اور طواف کرتے ہیں-----

پھر آپ کو جنت کی سیر کروائی گئی-----

اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا-----

جنت میں موتیوں کے ہار ہیں اور اس کی مٹی کستوری ہے-----

کوثر جنت کی ایک نہر ہے اس کے کنارے سونے سے بنے ہوئے ہیں-----

اس کا پانی موتیوں اور یاقوت پر بہتا ہے-----اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے-----

اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں-----میں نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا-----

"صدقہ کرنے کا ثواب دس گنا اور قرض دینے کا اٹھارہ گنا ہے"۔

میں نے جنت کی سیر کے دوران قدموں کی آہٹ سنی تو جبرائیل سے پوچھا کہ جبرائیل یہ آہٹ کیسی ہے-----؟

حضرت جبرائیل نے بتایا اللہ کے رسول ﷺ یہ آپ کے غلام بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے قدموں کی آواز ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایسے پرندے ہیں کہ جن کی گردنیں اونٹوں کی گردنوں کی طرح ہیں۔

حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اللہ کے رسول ﷺ یہ پرندے تو بہت خوش ہوں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا انہیں کھانے والے ان سے زیادہ خوش ہوں گے۔

اس کے بعد آپ ﷺ اس مقام پر پہنچے جہاں قلم قدرت چلنے کی آواز سنائی دیتی تھی-----

اس کے بعد آپ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے-----سدرہ وہ مقام ہے جہاں مخلوق کے علوم کی انتہا ہے-----

فرشتوں نے اذن طلب کیا کہ اے اللہ تیرا محبوب تشریف لا رہا ہے ان کے دیدار کی ہمیں اجازت عطا

جنت میں موتیوں کے ہار ہیں اور اس کی مٹی کستوری ہے

فرما۔

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تمام فرشتے سدرۃ المنتہیٰ پر جمع ہو جائیں اور جب میرے محبوب کی سواری آئے تو سب زیارت کر لیں۔

چنانچہ ملائکہ جمالِ محمد ﷺ کو دیکھنے کے لیے سدرہ پر جمع ہو گئے۔۔۔۔۔۔

اس مقام پر حضرت جبرائیل علیہ السلام رک گئے اور عرض کرنے لگے۔

یا رسول اللہ ﷺ۔۔۔۔۔ ہم سب کے لے ایک جگہ مقرر ہے، اب اگر میں ایک بال برابر بھی آگے بڑھوں گا تو اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات میرے پروں کو جلا کر راکھ بنا دیں گی۔

یہ میرے مقام کی انتہا ہے۔۔۔۔۔۔

پر جبریل بھی جس راہ میں جل جاتے ہیں
آپ وہاں سے بھی بہت آگے نکل جاتے ہیں

سبحان اللہ حضور اکرم ﷺ کی رفعت و عظمت کا اندازہ لگایئے کہ جہاں براق کے بازو تھک جائیں اور روح الامین کی حد بھی ختم ہو جائے وہاں نبی مکرم حضرت محمد ﷺ کی پرواز شروع ہوتی ہے۔۔۔۔

اس موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اے جبرائیل کوئی چاہت ہو تو بتاؤ''۔

حضرت جبرائیل نے عرض کی حضور ﷺ میں یہ مانگتا ہوں کہ قیامت کے دن پل صراط پر آپ کی امت کے لیے بازو پھیلا سکوں۔۔۔۔۔

تا کہ آپ ﷺ کا ایک ایک غلام آسانی کے ساتھ پل صراط سے گزر جائے۔

پھر وہ مبارک گھڑی بھی آ گئی۔۔۔۔۔ جب آپ ﷺ حرم الٰہی میں پہنچے اور اپنے سر کی آنکھوں سے عین عالم بیداری میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی۔

صاحب روح البیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے قرب سے مشرف ہوئے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو اپنے قرب سے نوازا۔۔۔۔۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں پھر میں اللہ کے حضور حاضر ہوا پھر میں اپنے رب کے اتنا قریب ہوا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔

''پھر وہ قریب ہوا اور قریب ہوا، پھر یہاں تک کہ (ہمارے درمیان) صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا''۔ (النجم 8 تا 9)

اللہ کریم نے میری طرف وحی کی۔ پھر اللہ اور میرے (محمد ﷺ کے) درمیان گفتگو ہوئی۔

''اس اللہ نے خاص وحی کی ہے اپنے بندے کی طرف''۔ (النجم 10)

میں نے اپنے ربّ کو حسین صورت میں دیکھا۔ پھر اس نے میرے کندھوں کے درمیان اپنا دست قدرت رکھا۔۔۔۔۔

جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی اور میں نے زمین و آسمان کی ہر چیز کو جان لیا۔

۔۔۔۔۔ شب معراج رسول اللہ ﷺ کو تین طرح کے علم عطا ہوئے۔۔۔۔۔

پہلا علم وہ جو رسول اللہ ﷺ کے لیے خاص ہے۔ اللہ کریم نے ارشاد فرمایا۔۔۔۔۔ ''آپ ﷺ کے علاوہ کوئی اور اس کا اہل نہیں ہے کہ یہ علم جان سکے''۔

دوسرا علم وہ ہے کہ جس کے بارے رسول اللہ کو اختیار دیا گیا کہ جس کو جتنا چاہیں عطا کر دیں۔

تیسرا علم وہ ہے کہ جس کو عام کرنے اور پوری کائنات تک پہنچانے کا حکم ملا ہے۔

۔۔۔۔۔ بیٹھا ہے چٹائی پہ مگر عرش نشین ہے۔

اس سفر معراج میں آپ ﷺ نے بہت سے مشاہدات کیے چند ایک کا ذکر درج ذیل ہے:

1۔ رسول اللہ ﷺ کو دودھ اور شراب کے پیالے پیش کیے گئے اور انہیں ان میں سے ایک پسند کرنے کے لیے کہا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے دودھ کو پسند کیا۔۔۔۔۔ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ نے دودھ کو پسند کر کے فطرت کی راہ اپنائی ہے اگر آپ شراب کا پیالہ اٹھاتے تو آپ ﷺ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ (صحیح بخاری 5576)

2۔ رسول اللہ ﷺ کو جنت میں چار نہریں دکھائی گئیں دو نہریں ظاہری تھیں اور دو باطنی۔۔۔۔۔ ظاہری نہریں نیل (دریائے نیل) اور فرات (دریائے فرات) تھیں۔

(صحیح بخاری 7517, 3887)

3۔ رسول اللہ کی ملاقات جہنم کے داروغہ سے ہوئی جس کا نام مالک ہے۔ اس کے چہرے پر خوشی کے آثار نہیں تھے اور نہ ہی وہ ہنستا تھا۔

اس کے رعب اور دبدبہ کا عالم یہ تھا کہ مضبوط سے مضبوط انسان بھی اس کے آگے ٹھہر نہیں سکتا تھا۔ وہ شفقت اور رحم کا نام تک نہیں جانتا۔

4۔ رسول اللہ نے دجال کو دیکھا وہ بہت بڑے جسم کا مالک ہے۔ اس کا رنگ چاند کی طرح سفید اور ایک آنکھ ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے روشن ستارہ ہو۔ اس کے بال ایسے تھے جیسے درخت کی ٹہنیاں ہوں۔۔۔۔۔ دجال ایک فتنہ ہے جو قیامت کے قریب ظاہر ہوگا۔

جب سرکار دو عالم ﷺ راتوں رات ایک طویل سفر کر کے زمین پر تشریف لائے تو کارخانۂ عالم جو ساکت ہو چکا تھا بحکم الٰہی پھر چلنے لگا۔۔۔۔۔ ہر شے از سر نو مراحل کو طے کرنے لگی۔۔۔۔۔ چاند سورج اپنی منازل کی طرف بڑھنے لگے۔۔۔۔۔

حرارت و ٹھنڈک اپنے درجات طے کرنے لگی۔۔۔۔۔ غرض یہ کہ جو جو چیزیں سکوت میں آ گئیں تھیں، رک گئی تھیں مائل بحرکت ہونے لگیں۔۔۔۔۔

بستر مبارک کی حرارت اپنے درجات طے کرنے لگی۔۔۔۔۔ حجرہ مبارک کی زنجیر ہلنے لگی۔۔۔۔۔

کائنات میں نہ کوئی تغیر آیا اور نہ ہی کسی کو احساس تک ہوا۔۔۔۔۔ جب آپ ﷺ اس کائنات سے نکلے تو ہر چیز ساکن ہو گئی تھی اور جب آپ ﷺ دوبارہ تشریف لائے تو کائنات دوبارہ زندہ ہو گئی۔۔۔۔۔ اسی لیے تو کہتے ہیں کہ آپ ﷺ جان کائنات ہیں۔۔۔۔۔ جان ہے تو جہان ہے۔

صدقہ کرنے کا ثواب دس گنا اور قرض دینے کا اٹھارہ گنا ہے

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف

محمد عرفان قادری

نام ونسب

نام: نعمان

کنیت: ابوحنیفہ

لقب: امام اعظم، امام الائمہ، سراج الامہ، کاشف الغمہ

نسب: صاحب حدائق الحنفیہ نے نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان بن ثابت بن قیس بن یزدگرد بن شہریار بن پرویز بن نوشیرواں لیکن جمہور ائمہ کے نزدیک متفق علیہ سلسلہ نسب یہ ہے نعمان بن ثابت بن زوطی (نعمان) بن ماہ (مرزبان) آپ نسلاً فارسی تھے۔ آپ کے پوتے اسماعیل بن حماد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: نَحنُ مِن ابنَاءِ فَارس الاحرَار۔ آپ کی کنیت ابوحنیفہ کسی صاحبزادی کی وجہ سے نہیں تھی کیوں کہ آپ کے اولاد میں صرف ایک صاحب زادے حماد ہیں یہ کنیت معنی وصفی کے لحاظ سے ہے علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَعَلی انَّ کُنیَته ابُو حنِیفَة مُؤنَّث حَنِیف وَهُو النَّاسِك اَو المُسلِم لِاَن الحَنف المِیل والمُسلِم مَائِل اِلی الدِّینِ الحَق

''آپ کی کنیت ابوحنیفہ ہونے پر اتفاق ہے جو حنیف کا مؤنث ہے حنیف کا معنیٰ ناسک (عبادت گزار) یا مسلم ہے کیوں کہ حنف کا معنی مائل ہونا ہے اور مسلم دین حق کی طرف مائل ہوتا ہے''۔

ولادت

امام اعظم کے ولادت کے بارے میں تین اقوال ہیں: پہلا (۸۰ھ) دوسرا (۷۰ھ) اور تیسرا (۶۱ھ) جس میں سے جمہور ائمہ کے نزدیک قول مقبول و معروف ومختار (۸۰ھ) ہے جس کے قائل اسماعیل بن حماد بن ابوحنیفہ نعمان، امام ابونعیم، امام ابراہیم بن علی شیرازی، امام محمد بن طاہر بن قیسرانی، امام ابن جوزی، امام ذہبی، امام عبدالقادر بن ابی الوفا قرشی، امام ابن حجر ہیتمی مکی اور احمد بن محمد ادنروی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

(۷۰ھ) کا قول کرنے والے امام ابن حبان ابوالقاسم سمنانی امام سمعانی اور علامہ بدر الدین عینی ہیں (۶۱ھ) کا قول کرنے والے امام مزاحم ہیں۔

ابن خلکان نے (۸۰ھ) کو اصح بتایا ہے امام اعظم کے پوتے اسماعیل بن حماد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

وُلِدَ جَدّي فِي سَنة ثَمَانِين

''میرے دادا امام اعظم (۸۰ھ) میں پیدا ہوئے''۔

امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلاکثَرُونَ عَلی انه وُلِدَ سَنة ثَمَانِين بِالکُوفَةِ فِي خِلافَة عَبد المَلك بن مَروَان

''اکثر ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ امام ابوحنیفہ کوفہ (عراق) میں عبدالملک بن مروان کے زمانہ خلافت میں (۸۰) میں پیدا ہوئے''۔

کوفہ

کوفہ آپ کا وطن تھا آپ کے زمانہ میں کوفہ تعلیمات اسلامی کا زبردست مرکز تھا۔ جس میں تین سو اصحاب رضوان اور ستر افراد بدر نازل ہوئے اور ایک ہزار سے زیادہ صحابہ کرام نے رہائش اختیار فرمائی آپ کے وطن کوفہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رُمحُ الله (اللہ کا نیزہ) کَنزُ الاِیمَان (ایمان کا خزانہ) اور جُمجُمةُ العَرب (عرب کا دماغ) کہا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سَیفُ الله (اللہ کی تلوار) اور رَاسُ الاِسلام (اسلام کا سر) کہا ہے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے قُبَّةُ الاِسلام (اسلام کا گھر) کہا ہے۔

حضور ﷺ کی بشارت امام اعظم کے لیے حضور سرور کونین ﷺ نے کس طرح اپنے اس عظیم غلام اور محبوب ہستی کے بارے میں خوش خبری دی ہے صحیح مسلم میں ابوہریرہ سے روایت ہے حدیث شریف:

لَو کَانَ الدِّینُ عِندَ الثُّرَیَّا لَذَهَبَ بِه رَجُل مِن فَارِس اَو قَالَ مِن اَبنَاءِ فَارس حَتَّی یَتَنَاوَلَه

''اگر دین اوج ثریا پر بھی ہوتا تو اہل فارس یا فرمایا ابنائے فارس میں سے ایک شخص اسے وہاں سے بھی پا لے گا''۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضل فارس، ۴، ۱۹۷۲، رقم ۲۵۴۶)

محدثین نے اس حدیث میں بشارت نبوی ﷺ کا اطلاق امام اعظم پر کیا ہے حجۃ الاسلام امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تبییض الصحیفہ میں باب باندھا جس کا عنوان ہے: تَبشِیر النَّبی ﷺ اور لکھتے ہیں:

اَقُولُ فَقد بشر بالامام ابي حَنیفة فِي الحدیث الّذي اخرجه ابو نعیم في الحلیة

''میں کہتا ہوں اس حدیث میں امام ابوحنیفہ کی بشارت دی گئی ہے جسے امام ابونعیم نے الحلیۃ الاولیاء میں روایت کیا ہے''۔

یہ جملہ نقل کرنے کے بعد امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث مبارکہ کو تین صحابہ کرام سے پانچ مختلف کتب سے چھ عبارات مختلفہ سے تخریج کیا ہے جو اس حدیث کی ثقاہت پر پختہ دلیل ہے آخر میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا تبصرہ ان الفاظ میں فرمایا ہے:

فَهٰذا اَصل صَحیح یَعتَمد عَلیه فِي البِشَارة والفضِیلة نظِیر المحدّثین الذِین في الاِمامین ویستغنی به عَن الخَبر الموضُوع

''امام اعظم کے حق میں بشارت اور فضیلت

پر یہ حدیث اصل اور صحیح ہے جس پر اعتماد کیا جاتا ہے جس طرح کے پہلی روایت میں دونوں امام (امام مالک و امام شافعی) کی بشارت تھی امام اعظم کے حق میں صحیح حدیث موضوع روایت سے بے نیاز کر دیتی ہے''۔

امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی نے بھی خیرات الحسان میں باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے:

فِيمَا وردَ تبشِيرُ النَّبي بالامام ابي حنيفة رحمه الله

امام ابن حجر ہیتمی مکی نے اس باب کے ابتدائیہ میں امام جلال الدین سیوطی کے درج بالا تحقیق درج کرنے کے بعد لکھا ہے کہ امام سیوطی کے بعض تلامذہ نے کہا ہے اور اسی کی ہمارے شیخ نے توثیق کی ہے:

أنّ الامام ابا حَنيفه هُو المُراد مِن هٰذا الحديث ظَاهر لا شَكَ فيه لانه لَم يبلغ احَدأي فِي زمَنه مِن ابناء فَارس فِي العِلم مبلغه وَ لا مبلغ اصحَابه

''یقیناً اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اس حدیث سے امام ابو حنیفہ مراد ہے کیونکہ آپ کے زمانہ میں اہل فارس میں سے کوئی شخص بھی آپ کے مبلغ علم اور آپ کے شاگردوں کے درجۂ علم تک نہیں پہنچا لہٰذا امام جلال الدین سیوطی اور امام ابن حجر ہیتمی مکی کی تحقیق سے ثابت ہوا کہ اہل فارس میں سے جس خوش نصیب فرد واحد کے بارے میں حضور اکرم نے بشارت دی تھی وہ امام اعظم ابو حنیفہ ہی ہیں''۔

شرف تابعیت

امام ابو حنیفہ بلا ریب تابعی تھے اور یہ عظیم شرف اور سعادت کبریٰ ان کے معاصر فقہاء و محدثین کسی کو نصیب نہ ہوئی امام اعظم وہ خوش نصیب ہیں جنہیں صحابہ کرام کی زیارت نصیب ہوئی حضور نبی کریم کی شہادت کے مطابق امام صاحب طبقات تابعین میں شامل ہو گئے، جیسا کہ آقا کی حدیث مبارکہ ہے جو کہ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم نے فرمایا:

خَيرُ النّاسِ قَرني ثم الّذين يَلُونهُم ثم الّذين يَلُونَهم

تحصیل علم

امام اعظم کا وطن کوفہ علم و فن کا مرکز تھا۔ جامع کوفہ کی ہر محراب کسی نہ کسی شیخ کی درسگاہ تھی ابتدا میں امام صاحب باقاعدہ تحصیلِ علم کی طرف توجہ نہ کر سکے ضرورت کے مطابق کچھ پڑھنے لکھنے کے بعد آبائی پیشہ خزبافی سے منسلک ہو گئے اور خزبافی کا ایک کارخانہ کھول لیا۔ اپنی تجارت کو خوب چمکایا مگر قدرت کو آپ سے فروغ علم اور تدوین فقہ کا مہتم بالشان کام لینا تھا اس لیے فطری طور پر تحصیل علم کا ذوق بیدار ہونا لازمی تھا۔ بغرض خرید و فروخت بازار آنے جانے کا معمول تھا بازار میں امام شعبی سے ملاقات ہوئی انہوں نے امام اعظم کو نصیحت کی:

لاتَغفَل وعَلَيكَ بِالنَّظرِ فِي العِلمِ وَمجالسَةُ العُلمَاءِ فانِي ارَى فِيكَ يَقظَةً وَ حرَكَة

''تم غفلت میں نہ پڑو علم میں اپنے کو لگاؤ علماء کی مجلسوں میں جایا کرو میں تم سے بیدار مغزی اور کھوج لگانے کا مادہ پاتا ہوں''۔

آپ نے فرمایا:

فَوقَع فِي قلبي مِن قَوله تَركتُ الاختِلَاف الَى السُوقِ واَخذتُ في العِلُم فنَفعنِي الله تعالىٰ

''امام شعبی کی بات کا میرے دل پر اثر ہوا میں نے بازار جانا چھوڑ دیا اور کسب علم کی راہ اختیار کی تو اللہ نے مجھ کو فائدہ پہنچایا''۔

امام اعظم نے پھر مروجہ علوم و فنون کے مبادیات پر اکتفا کیا اور علم الکلام کو اپنی فکری نگاہ قرار دیا اس دور کے فلسفیانہ اور منطقی مباحث اور اختلاف مذاہب کے متعلق بھی کافی واقفیت حاصل کی یحییٰ بن شیبان روایت کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا:

'' مجھے جدل و مناظرہ سے خصوصی لگاؤ تھا میں کافی عرصہ تک اس میں لگا رہا ان دنوں بصرہ جدل و مناظرہ کا اکھاڑا تھا''۔

میں بیس (20) سے زائد مرتبہ بصرہ گیا۔ ایک زمانہ تک بحث و مناظرہ اور جدل و مناقشہ میں منہمک رہنے کے بعد دل کلامی جھگڑوں سے اچاٹ ہو گیا اور انہوں نے تحصیل فقہ اسلامی کی طرف توجہ کی فقہ کی طرف متوجہ ہونے کے بعد مسائل شرعیہ کی تخریج و استنباط میں منطقی استدلال کا جو کمال دکھایا وہ اسی نظری و فکری تربیت کا اثر تھا۔

فقہ کی تحصیل کے لیے امام صاحب نے حضرت حماد کی درسگاہ کا انتخاب کیا امام صاحب حلقۂ درس کے بائیں صف میں بیٹھے رہے مگر چند روز کے بعد جب حضرت حماد کو تجربہ سے معلوم ہوا کہ پورے حلقۂ درس میں کوئی تلمیذ حافظہ اور ذہانت میں آپ کا ہمسر نہیں تو حکم دیا کہ ابو حنیفہ سب سے آگے بیٹھا کریں حضرت حماد کی درس گاہ میں فقہ کی تحصیل کے ساتھ کوفہ کے دوسرے شیوخ سے حدیث و سنن کا درس بھی لیتے رہیں۔

اصول علم کے لیے رحلت و سفر ناگزیر ہے چنانچہ امام صاحب نے ذوق علم کی تسکین کے لیے بصرہ، مکہ، مدینہ کے متعدد سفر کیے حرمین شریفین میں کافی دنوں تک قیام کیا جو علماء و مشائخ کے گہوارے اور حدیث و فقہ کے عظیم مرکز تھے ایام حج میں تمام بلاد و امصار اسلام کے مشائخ اور ماہرین علوم کا اجتماع ہوتا تھا امام صاحب نے پچپن (55) حج کیے اور انہوں نے ائمہ حدیث و فقہ سے خوب خوب استفادہ کیا امام اعظم نے جس ذوق شوق کے ساتھ علوم اسلامی کی تحصیل کی وہ اپنے وقت کے بے نظیر فقیہ، مجتہد، امام الحدیث اور عبقری عالم بن گئے۔

اساتذہ وشیوخ

امام اعظم کے مشائخ و اساتذہ کی تعداد چار ہزار بتائی جاتی ہے امام موفق نے لکھا ہے:

امام احمد بن حفص معروف بہ ابو حفص کبیر شاگرد امام محمد بن حسن شیبانی کے صاحبزادے ابو حفص صغیر ابو عبداللہ محمد بن احمد کے زمانے میں شافعیہ اور حنفیہ میں معارضہ ہوا کہ ابو حنیفہ اور امام شافعی میں افضل کون ہے ابو حفص صغیر نے کہا دونوں حضرات کے مشائخ کا شمار کر لیا جائے جس کے مشائخ زیادہ ہوں وہ افضل ہے امام شافعی کے اسّی (۸۰) مشائخ شمار میں آئے اور امام ابو حنیفہ کے چار ہزار (۴۰۰۰) خطیب بغدادی آپ کے اہم شیوخ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام اعظم نے انس بن مالک کو دیکھا اور عطا بن رباح، ابو اسحٰق سبیعی، محارب بن دثار، حماد بن ابی سلیمان، ہیثم بن حبیب صواف، قیس بن مسلم، محمد بن منکدر، نافع مولیٰ ابن عمر، ہشام بن عروہ، یزید الفقیر، سماک بن حرب، علقمہ بن مرثد، عبدالعزیز بن رفیع، عبدالکریم ابو امیہ وغیرہم سے سماع حدیث کیا۔

بقیہ: صفحہ نمبر 37 پر

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

ڈاکٹر ندیم بن صدیق اسلمی

نام ونسب

محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن المطلب بن عبد مناف الامام عالم العصر ناصر الحدیث فقیہ الملت ابوعبداللہ القریشی ثم المطلبی الشافعی المکی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نسب میں جو مُطلب بن عبد مناف ہیں وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پردادا ہاشم کے بھائی ہیں، تو گویا عبد مناف پر جا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل جاتے ہیں۔

پیدائش

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۱۵۰ھ میں بمقام غزہ فلسطین میں ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ادریس نوجوانی میں ہی انتقال کر گئے لہٰذا امام صاحب نے اپنی والدہ کے گود میں یتیمی کی حالت میں پرورش پائی۔ مکہ مکرمہ میں والدہ دو سال کی عمر میں انھیں لے کر مکہ مکرمہ تشریف لائیں اور یہیں وہ پروان چڑھے، تیر اندازی کی طرف توجہ دی اور تمام ہم عصروں پر اس فن میں فوقیت لے گئے پھر عربی زبان وشعر کی طرف متوجہ ہوئے اور اس میں بلند مقام حاصل کیا پھر ان کا دل فقہ کی طرف مائل ہوا اور اس میں تمام ہم عصروں پر تفوق حاصل کی۔

تحصیل علم اور اساتذہ

مکہ مکرمہ میں مسلم بن خالد زنجی (مفتی مکہ)، داؤد بن عبد الرحمٰن عطار، محمد بن علی شافع، سفیان بن عیینہ، عبد الرحمٰن بن ابی بکر الملیکی، سعید بن سالم، فضیل بن عیاض اور دیگر علماء سے علم حاصل کیا۔ جب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر بیس سال سے کچھ اوپر ہوئی، تو مدینہ منورہ کی طرف رختِ سفر باندھا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ ان کے روبرو حفظاً مؤطا سنا کر اس کی سند حاصل کی، نیز ابراہیم بن ابی یحییٰ، عبد العزیز الدراوردی، عطاف بن خالد، اسمٰعیل بن جعفر اور ابراہیم بن سعد وغیرہ حضرات سے کسبِ فیض فرمایا۔ یمن میں حضرات مُطَرِّف بن مازن، ہشام بن یوسف القاضی اور دیگر علماء سے تحصیل علم کیا، اور بغداد میں امام محمد بن حسن، عبدالوہاب ثقفی اور دیگر کئی افراد سے علم حاصل کیا۔ امام صاحب نے طلبِ علم میں مکہ مدینہ کے بعد کوفہ، بغداد، فارس اور اطارف کے عجمی علاقے پھر ربیعہ ومصر کے علاقے، شمالِ عراق پھر جنوب روم پھر حران پھر فلسطین اور دیگر علاقوں کا سفر کیا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بکثرت کتابیں تصنیف فرمائیں اور علم کو مدون کیا۔ اور احادیث کی اتباع کرتے ہوئے دیگر حضرات کا رد کیا۔ نیز اصولِ فقہ اور فروع فقہ پر کتابیں تحریر کیں اور حضرت کی کافی شہرت ومقبولیت ہوئی اور بکثرت طلبہ خدمت میں تحصیل علم کے لیے حاضری دینے لگے۔

شاگرد

درجِ ذیل علماء کرام نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے احادیث روایت فرمائی: حمیدی، ابوعبید قاسم بن سلام، احمد بن حنبل، سلیمان بن داود، ہاشمی، ابویعقوب بویطی، ابوثور، حرملہ، موسیٰ بن ابی الجارود مکی، عبد العزیز مکی، حسین بن علی کرابیسی، ابراہیم بن المنذر، حسن بن محمد زعفرانی، احمد بن محمد ازرقی، احمد بن سعید ہمدانی، احمد بن ابی شریح الرازی، احمد بن یحییٰ مصری، احمد بن عبد الرحمٰن وہبی، ابراہیم بن محمد شافعی، اسحاق بن راہویہ، اسحاق بن بہلول، ابوعبد الرحمٰن احمد بن یحیی شافعی، حارث ابن سریج، حامد بن یحییٰ بلخی، سلیمان بن داؤد، ھھری، عبد العزیز بن عمران، علی بن معبد، علی بن سلمہ، عمرو بن سواد، ابوحنیفہ قحزم بن عبد اللہ، محمد بن یحییٰ، سعود بن سہل، ہارون ابن سعید، احمد بن سنان، احمد بن عمرو، یونس بن عبد الاعلی، ربیع بن سلیمان مرادی، ربیع بن سلیمان جیزی، محمد بن عبد اللہ بن الحکیم، بحر بن نصر خولانی اور ان کے سوا ایک جم غفیر۔ امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرنے والوں کے متعلق دو جز میں ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ قدیم و جدید اکابر علماء نے اس امام کی شان اور مناقب میں کتابیں لکھی ہیں۔ (تحفۃ الباری مقدمہ) امام شافعی کے فقہی مسلک کو مذہب شافعی کہتے ہیں۔ آپ کا نام محمد بن ادریس الشافعی ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سال وفات اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سال ولادت ایک ہے یعنی آپ 150ھ میں فلسطین کے ایک گاؤں غزہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی زمانہ بڑی تنگدستی میں گزرا، آپ کو علم حاصل کرنے کا بڑا شوق تھا۔ 7 سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا، 15 برس کی عمر میں فتویٰ دینے کی اجازت مل گئی تھی۔ آپ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر مسائل حل کرنے کے لیے اور برکت حاصل کرنے کے لیے حاضری دیا کرتے تھے۔ آپ امام مالک کی شاگردی میں رہے اور ان کی وفات تک ان سے علم حاصل کیا۔ آپ نے اصولِ فقہ پر سب سے پہلی کتاب ''الرسالہ'' لکھی ''الام'' آپ کی دوسری اہم کتاب ہے۔ آپ نے مختلف مکاتیب کے افکار و مسائل کو اچھی طرح سمجھا اور پرکھا پھر ان میں سے جو چیز قرآن وسنت کے مطابق پائی اسے قبول کر لیا۔ جس مسئلے میں اختلاف ہوتا تھا، اس پر قرآن وسنت کی روشنی میں مدلل بحث کرتے۔ آپ صحیح احادیث کے مل جانے سے قیاس واجتہاد کو چھوڑ دیتے تھے۔ آج بھی مصر، لبنان، شام اور فلسطین میں شافعی مسلک کے پیروکار موجود ہیں۔ آپ کے مقلد شافعی کہلاتے ہیں۔

آپ نے 204ھ میں مصر میں وفات پائی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی مسلک کو مذہب شافعی کہتے ہیں۔ آپ کا نام محمد بن ادریس الشافعی ہے۔

قُطبُ المشائخ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر محمود عالم آسی خرم جہانگیر

قطبُ المشائخ، سلطان السالکین، امام الاولیاء، حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ والد محترم کی طرف سے حسینی سید اور والدہ محترمہ کی طرف سے حسنی سید زادے تھے۔ والد محترم کا اسم شریف سید غیاث الدین رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ جو قدسی صفت انسان تھے، صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار، حافظ قرآن تھے، والدہ محترمہ کا اسم شریف بی بی ماہ نور تھا۔ آپ انتہائی صالحہ متقی، پرہیز گار صوم وصلوٰۃ کی پابند حافظ قرآن خاتون تھیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ بیان فرماتی ہیں کہ جب معین الدین میرے شکم میں تھے، تو میرا دل فرحت وانبساط سے معمور تھا، گھر میں ہر طرف خیر وبرکت تھی۔ ولادت کے وقت عجیب سی روشنی تھی۔ میں نے دیکھا کہ ولادت کے بعد میرا بچہ سجدے میں پڑا ہوا ہے اور گھر بھر میں خوشبو ہی خوشبو تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا۔ نو سال کی عمر میں آپ نے قرآن شریف حفظ کیا، پھر ایک مدرسے میں داخل ہو کر تفسیر وحدیث اور فقہ کی تعلیم پائی اور علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ علوم باطنی کی تحصیل کی جانب متوجہ ہوئے۔

ابتدائی عمر میں ہی والد ماجد کا سایہ شفقت سر سے اٹھ گیا اور یتیمی کا یہ داغ ابھی ہرا ہی تھا کہ کچھ عرصے بعد والدہ ماجدہ بھی آپ کو داغ مفارقت دے گئیں۔ صبر ورضا کے ساتھ آپ نے یہ ایام گزارنے شروع کیے اور والد کے ترکے سے ملے ہوئے ایک باغ اور پن چکی کو اپنا ذریعۂ معاش بنایا۔ ابتدائی تعلیم کا زمانہ والد بزرگوار کے زیر عاطفت گزرا، اس کے بعد سنجر کی مشہور درس گاہ میں داخل ہوئے اور وہیں سے تفسیر وحدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ جب خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی عمر صرف پندرہ سال تھی، آپ اپنے وطن سے رخصت ہوئے، قدم قدم پر بھوک پیاس اور رہزنوں کا خوف دامن گیر ہوتا تھا، اس عمر میں خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا تنہا گھر سے تحصیلِ علم کے لیے نکلنا، دل کی سچی تڑپ اور عظیم جذبے کا عکاس ہے، نتائج سے بے خوف وخطر، دشوار گزار راہوں اور لق ودق صحراؤں کو عبور کرتے جانبِ منزل بڑھتے چلے گئے۔ اس زمانے میں بغداد، سمرقند وبخارا اسلامی علوم کے مرکز تصور کیے جاتے تھے، چنانچہ سب سے پہلے خراسان میں رونق افروز ہوئے۔ خراسان میں ٹھہرنے کے بعد آپ سمرقند جا پہنچے اور وہاں کے نامور بزرگ مولانا شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ سے جملہ علوم ظاہری کی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد سمرقند سے بخارا پہنچے اور وہاں سے شہرۂ آفاق عالم مولانا حسام الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی اختیار کی، انہوں نے نہایت محبت اور شوق سے آپ کو تعلیم دی اور چند سالوں میں جملہ علوم دینی وعقلی کی تکمیل کر لی۔

روایات کے مطابق سمرقند وبخارا میں حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ قیام مجموعی طور پر پانچ سال ہے۔ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد باطنی علوم کی تڑپ آپ کے دل میں پیدا ہوئی اور کیسے ہوئی؟ ایک دن آپ اپنے باغ میں مصروف تھے کہ درویش ابراہیم قندوزی رحمۃ اللہ علیہ مجذوب ادھر آ نکلے، آپ نے انگور کے خوشے پیش کیے، مجذوب نے لعاب دہن سے مس کیا اور واپس کر دیے۔ آپ نے کھائے ہی تھے کہ من کی دنیا بدل گئی، سب کچھ راہ حق میں نثار کر دیا اور تلاش حق میں نکل پڑے، اسی دوران قرآن مجید حفظ کیا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ جب سیر وسیاحت کے درمیان نیشاپور کے قصبے ہارون پہنچے تو وہاں عارف باللہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی، وہیں ڈھائی سال تک ریاضت ومجاہدے میں مصروف رہے اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ دورانِ سفر قصبہ سنجار پہنچ کر شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ڈھائی ماہ قیام کرنے کے بعد قصبہ جیل پہنچ کر دوبارہ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور آپ سے باطنی فیوض وبرکات حاصل کیے۔

بغداد پہنچنے کا ذکر کرتے ہوئے خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعدازاں حضرت خواجہ عثمانی ہارونی رحمۃ اللہ علیہ بغداد واپس تشریف لا کر معتکف ہوئے اور ارشاد فرمایا: اس مقام سے چند روز تک باہر نہ آؤں گا، مگر تُو چاشت کے وقت آیا کر۔ یہاں خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ روزانہ حاضر خدمت ہو کر اپنے مرشد کے ارشاداتِ مبارکہ قلم بند فرما لیا کرتے تھے، اس طرح ایک رسالہ مرتب ہو گیا جو اٹھائیس مجلسوں پر مشتمل ہے۔ اس رسالے کا نام ''انیس الارواح'' ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ طیبہ سے بغداد اور پھر لاہور پہنچے، وہاں سے سمانا (پٹیالہ کے قریب ایک جگہ) دہلی ہوتے ہوئے پہلی بار اجمیر پہنچے، اس وقت اجمیر کا راجا پرتھوی راج تھا۔ حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے قیام شہر کے بعد پرتھوی راج چوہان کو دعوتِ اسلام دیتے ہوئے فرمایا:

> ''اے راجا، تیرا اعتقاد جن جن لوگوں پر تھا وہ بحکم خدا مسلمان ہو چکے ہیں۔ اگر بھلائی چاہتا ہے تو، تُو بھی مسلمان ہو جا، ورنہ ذلیل وخوار ہو گا''۔

سنگ دل پرتھوی راج نے اس دعوتِ حق کو قبول نہ کیا تو حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے مراقبہ کیا۔ کچھ دیر بعد جب تفکر سے سر اٹھایا تو فرمایا: اگر یہ بدبخت ایمان نہ لایا تو اسے زندہ گرفتار کر کے اسلامی لشکر کے حوالے کرا دوں گا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک روز ایک مندر میں چلے گئے، وہاں سات پروہت پوجا پاٹ میں مشغول تھے۔ آپ کا پُر جمال اور پُر وقار چہرہ دیکھا تو تڑپ اُٹھے اور قدموں پر گر پڑے، سب نے اسلام قبول کیا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سب کو حمید الدین کہہ کر پکارتے تھے۔ ان میں سے ایک نے ناگور میں سکونت اختیار کر لی اور حمید الدین

ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کہلائے۔

(مخزنِ چشت)

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی برصغیر میں گزاری ہوئی چالیس سالہ زندگی کا ورق توحید کے درس اور شریعت کی پاس داری کا آئینہ ہے۔حقیقت یہ ہے کہ تقویم عقائد وایمان، تہذیب اعمال اور تکریم انسانیت کا مشن اس قدر کامیابی سے جاری رہا کہ تاریخ ہند کی نظریں آپ کی ذات پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ایسا مرشد راہ حیات کا کامیاب رہبر ہوتا ہے اور ایسا مرید راہ صفا میں لائق اعتماد ساتھی بنتا ہے،اسی لیے حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

معین الدین محبوب خدا است
مرا فخر است بر مریدی او

(تاریخ ادبیات مسلمانان پاک وہند)

منقبت درشانِ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ
جمال احمد جمال صاحب

ایمان و دیں حضرت معین الدین ہیں
مشعل نور یقیں حضرت معین الدین ہیں
ان کی عظمت کے نشاں پھیلے ہوئے ہیں چارسُو
دل میں ہر اک کے مکیں حضرت معین الدین ہیں
شرح انسانی کے خوگر، حسن داماں کے امیں
خُلق باطن میں حسیں حضرت معین الدین ہیں
رسم دلداری بھی ہے اور اجتناب ذات بھی
ہر ادا میں دل نشیں حضرت معین الدین ہیں
ہر طرف مشہور ہے دست سخا محبوب کا
نازش حسن جبیں حضرت معین الدین ہیں
مسلکوں میں دیں کے ہیں ہر اک قدم باریک بیں
بے گماں باریک بیں حضرت معین الدین ہیں
ہیں جمال حسن سخن میں وہ سراپا دلنواز
ذات میں خود پر یقیں حضرت معین الدین ہیں

بقیہ: امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ

امام اعظم کے اساتذہ میں سے بلند پایہ اور ممتاز استاذ امام ابو اسماعیل حماد بن ابی سلیمان الاشعری بھی ہیں امام صاحب سے لوگوں نے پوچھا آپ کے اتنے جلیل القدر اور بے شمار اساتذہ ہیں مگر سب سے ممتاز اور بلند پایا فقیہ کون ہے؟

آپ نے فرمایا: عالم اسلام میں امام حماد سے بڑھ کر کوئی اور بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔سیرت وخصائص حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اپنے وقت کے فقیہ ہی نہیں تھے بلکہ فقیہانِ وقت کے امام تھے تقویٰ اور ورع میں آپ بے مثال تھے مال و دولت کے مالک ہونے کی وجہ سے غرباء ومساکین کے مددگار تھے آپ کے پاس جو بھی مفلوک الحال آتا اسے خالی نہ جانے دیتے۔

آپ خصوصی طور پر طلبا و اساتذہ پر بڑا خرچ کرتے تھے رات دن محنت کرتے تے شب بیداری میں مصروف رہتے، کم گو اور خاموش طبع تھے حلال وحرام کے مسائل پر بڑی تفصیل سے گفتگو فرماتے اور اس سلسلے میں خاص خیال رکھتے تھے آپ بادشاہ اور امراء کے مال ودولت سے دور رہا کرتے تھے۔

ابن صباح رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے اخلاق وعادات پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ سے جب کوئی سوال کرتا تو سب سے پہلے صحیح حدیث بیان فرماتے پھر صحابۂ کرام اور تابعین کے عمل سے دلائل دیتے، اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ قیاس کرتے اور قیاس کو بڑے خوبصورت انداز میں پیش کرتے۔

امام محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

النّاسُ عِيَالٌ فِي الفِقهِ عَلي أَبي حنِيفَة مأَ
رَأيتُ احَداً افقهِ منهُ

''لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے محتاج ہیں میں نے فقہ میں ان سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا''۔

امام عبداللہ بن داؤد فرماتے ہیں:

لاَ يَتكلّم فِي ابِي حَنِيفَةَ اِلاّ احد رَجلين
امّا حَاسِد لِعلمه وامّا جَاهل بِالعلمِ
لاَيعرِف قَدر حملته

''ابوحنیفہ پر ردّ وقدح کرنے والا یا تو ان کے علم سے حسد کرنے والا ہے یا علم کے مرتبہ سے جاہل ہے وہ علم کے حاملوں کی قدر سے بے خبر ہے''۔

امام عبدالعزیز بن ابی رواد فرماتے ہیں:

آپ سے محبت اہل سنت کی علامت اور آپ سے بغض اہل بدعت کی علامت ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حدیث کے تمام انواع و اقسام پر اجتہادی نوعیت سے کام کیا ہے۔ان کے حلقۂ درس میں شریک ہو کر نہ جانے کتنے افراد دنیائے علم وفضل میں امر ہو گئے۔

ان کے تلامذۃ کی عظمت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے ذروں کو اٹھایا تو رشک ماہتاب بنادیا، یہ حنفی سلسلہ کی کڑیاں تھیں جو احادیث رسول سے قرناً فقرناً ائمہ و مشائخ کے سینوں کو منور کرتی چلی گئیں۔آج دینی علوم کے تمام شعبوں میں انہیں کے فیض کے دھارے بہہ رہے ہیں۔جب تک درس گاہوں میں فقہ وحدیث کا چرچا رہے گا زمانہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو سلام کرتا رہے گا۔

وصال مبارک

آپ رضی اللہ عنہ کو عہدۂ قضا قبول نہ کرنے کی پاداش میں زہر دے کر شہید کر دیا گیا۔اکثر ارباب تاریخ کا بیان ہے کہ آپ کی سن وفات (۱۵۰ھ) رجب کے مہینے میں ہے اور بعض نے شعبان کا قول کیا ہے۔امام ابن حجر ہیتمی مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اَصح انّه لَمّا احَسّ بِالموتِ سَجدَ
فَخرجت نَفْسه وَهُو سَاجِدٌ

''صحت کے ساتھ یہ بات ثابت ہے کہ جب آپ کو موت کا احساس ہوا تو آپ سجدے میں گر پڑے اور سجدے کی حالت میں ہی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی''۔

آپ کا مزار مبارک بغداد شریف (اعظمیہ) عراق میں ''فائض الانوار مرجع خلائق'' ہے۔

امام اعظم سے محبت اہل سنت کی علامت اور آپ سے بغض اہل بدعت کی علامت ہے

مکتوبات

مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید جلال الدین حسین مخدوم جہانیاں جہاں گشت اردو ترجمہ ترتیب و تدوین پیر محمد محی الدین سید کامران علی بخاری الحسینی (وڈپگہ شریف پشاور)

سید کامران بخاری

انیسواں خط

آپ کا فرزند قلبی ہونا قائم رہے!

اے بیٹے احکام فقہ کا عالم بنو اور جاہل صوفیوں سے نہ ہونا کیونکہ وہ دین کے چور اور مسلمانوں پر ڈاکہ زنی کرنے والے ہیں۔

اور حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ درویش جو بادشاہوں اور مالداروں کی صحبت میں اپنے آپ کو ڈالتا ہے اور دنیا کی محبت اور طلب میں لگ جاتا ہے اور مخلوق کا احسان مند ہو جاتا ہے۔۔۔شیطان کی راہ پر ہے۔

اے مسلمانو! اس طرح کے درویش کی صحبت سے پرہیز کرو اور ان سے دور رہو اور ان کے ملنے سے نفرت رکھو۔ زبدۃ الحقائق میں ہے کہ تمام اہل سلوک کے نزدیک درویش کا میل جول مالداروں اور بادشاہوں کے ساتھ حرام ہے۔ رہ گیا کسی مومن کے کام کے لیے جانا اور بیٹھنا (یہ تو) طاعت وعبادت کا مقام ہے اور اچھی چیز ہے۔

اور اسرار العارفین میں ہے کہ ہر وہ عالم و درویش جو مالداروں کی نقالی کرتا ہے اس طرح کا شخص اللہ تعالیٰ کے قرب کی نعمت سے محروم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قرب کی نعمت سے دور ہو جاتا ہے....(اللہ پاک اس سے پناہ دے)

البتہ عالم اور درویش وہ ہے جو ہمیشہ فقراء کی صحبت مجلس میں رہنے کی کوشش کرے اور بری عادتوں سے پرہیز کرے۔

ترجمہ شعر:

''قیامت کا دن جو کہ اعمال کے تولنے کا ہوگا، ہر کسی کو اس کے اچھے اعمال کے مطابق مقام ملے گا''۔

بیسواں خط

آپ کا فرزند قلبی ہونا قائم رہے! تمہاری زندگانی کا کوئی لمحہ نیکی و بھلائی سے خالی نہیں ہونا چاہیے، ہر وہ کام جو تجھے طاعت وعبادت سے روکے وہ نفس و خواہش نفسانی کی وجہ سے ہے اور بندے کو نفس اور خواہش کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے۔

چنانچہ حدیث پاک میں ہے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''سب سے زیادہ مجھے میری امت پر جس چیز کا خوف ہے وہ خواہش کی پیروی کرنا اور لمبی امیدیں باندھنا ہے اور خواہش حق کی ضد ہے''۔

اور ہر وہ عالم و درویش جو مبتلائے نفس و ہوا ہے وہ تمام معانی و حقائق سے پردے میں ہے اگرچہ اس طرح کا شخص شریعت کے سمندر میں غوطہ زنی کرنے والا ہو۔

بزرگوں نے فرمایا ہے:

''یعنی وہ چیز جس کے ساتھ تیرا دل معلق ہے وہ تیری خواہش ہے اور جو تیری خواہش ہے وہ تیرا معبود ہے''۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

شعر کا ترجمہ:

''اے سعدی جب تُو نے بت توڑ دیا تو خود کو بھی فنا کر دے کیونکہ خود پرستی بت پرستی سے کم نہیں''۔

جو مومن چاہتا ہے کہ بہشت میں داخل ہو اس کو چاہیے کہ وہ نفس اور خواہش کی مخالفت کرے۔

''اور نفس کو خواہش سے روکا تو بے شک جنت ہی ٹھکانا ہے''۔

یقین سے جانو! کہ آخرت کے راستے کا سامان نیکی ہے، جس کو بندۂ مومن دنیا میں کماتا ہے تاکہ قیامت کے دن نعمتوں اور سعادتوں کو پائے اور پیدا کرنے والے کے قرب سے محروم نہ رہے اور اس سے ملاقات اور دیدار کی نعمت پائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ یہ (نعمت) سب کو نصیب فرمائے!

احباب کے ذوق مطالعہ کے لیے مکمل مناجات پیش خدمت ہیں:

مرصاد العباد میں ہے کہ درویش میں تین چیزیں ہونی چاہییں کہ یہ چیزیں ہر مومن سالک کے اندر کم ہی پائی جاتی ہیں مگر جس میں ہوں وہ کامل ہوتا ہے۔

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تین چیزیں موجود ہیں اور تین مفقود (موجود نہیں) ہیں!

1: علم پایا جاتا ہے لیکن اس پر عمل نہیں پایا جاتا

2: عمل پایا جاتا ہے لیکن اس میں اخلاص (اللہ کی رضا) نہیں پائی جاتی

3: محبت پائی جاتی ہے لیکن محبت سچائی میں نہیں پائی جاتی۔

اے فرزند مخلوق کی صحبت سے دور رہو اور اس کو بڑی مصیبت سمجھو کہ تمام علماء و مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کو بُرا قرار دیا ہے۔

زبدۃ الحقائق میں ہے، ذولنون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''جب تجھے مخلوق سے محبت ہو اور ذکر خدا سے وحشت ہو تو سمجھ لے کر تجھے یقیناً ربّ نے (رحمت سے) دور کر دیا''۔

پس تمام سعادتوں پر فائز ہونے کے لیے گوشہ نشینی اور تنہائی اختیار کرو۔ حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ درویش جو تنہائی اختیار نہیں کرتا وہ قرب حق سے محروم رہتا ہے۔۔۔۔

(اللہ اس محرومی سے پناہ دے)

احیاء العلوم میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ خواجۂ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے ارشاد فرمایا:

''اے میری امت جب تم دیکھو کہ لوگ اوامر بجا نہیں لاتے (اللہ کے احکام پر عمل نہیں کرتے) اور نواہی سے باز نہیں رہتے (جن امور سے منع کیا گیا ان سے رکتے نہیں) اور عبادت و بھلائی میں کاہلی و سستی کرتے ہیں اور لقمۂ حرام کھانے کے حریص و طالب ہیں تو اے مومنوں! ایسے لوگوں سے میل جول کو چھوڑ دو اور ان سے بچو، ان کے پاس بیٹھنے اور ملنے سے بچو۔ پس تنہائی اور گوشہ نشینی اختیار کرو تا کہ ایمان سلامت لے جاؤ''۔

آج اگر یہ اچھی عادتیں اور پسندیدہ کام کسی کو میسر ہوں کہ وہ نیک عمل تلاش کرنے میں لگا رہے اور عبادت کو اپنا پیشہ بنا لے۔

اکیسواں خط

آپ کا فرزند قلبی ہونا قائم رہے! اے فرزند ہمیشہ اس کوشش میں رہو کہ اہل صفہ کے زمرہ میں داخل ہو جائے۔ عمل کرتا رہے اور مجاہدہ میں رہے تا کہ ہلاک کرنے والی گھاٹیوں سے نجات پا جائے۔

حضرت ابن کسائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جو میل اور کھوٹ سے پاک ہو اور ذکر سے پر ہو (یعنی دل، روح اور جسم ہر وقت یاد خدا میں مشغول ہوں) اور اس کے نزدیک سونا اور پتھر برابر ہوں۔ (یعنی مال دنیا کی طرف اس کی توجہ نہ ہو)

اس طرح کے بندے کو صوفی کہتے ہیں کہ اہل صفہ کی عادتیں جس میں ہوں۔

''عمدۃ الابرار'' میں ہے:

''نبی ﷺ نے فرمایا آخری زمانہ میں سب سے بہتر وہ شخص ہوگا جو خفیف الحال (ہلکی حالت والا) ہوگا صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ خفیف الحال کون ہے فرمایا جو اہل و عیال نہ رکھتا ہو''

یہ حدیث پاک بیوی بچوں کو چھوڑنے کا مطالبہ نہیں کرتی ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ دل اور جان ان کی محبت سے بھرے نہ رکھے تا کہ عبادت سے محروم نہ ہو۔

ترجمہ شعر:

''ابھی تک صوفی کی صورت شیشے میں آئی ہوئی تصویر کی طرح ہے، اگر اس کے خیال میں جنت اور رضوان کا حسن ہے''۔

خواجہ جنید سے پوچھا گیا کہ تصوف کیا چیز ہے اور اس کی حقیقت کیا ہے تو آپ نے فرمایا،

یعنی تصوف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر ہے:

ا: سخاوت ۲: رضا ۳: اشارات ۴: صبر ۵: تنہائی ۶: اون کا لباس ۷: سفر ۸ فقر۔

کیونکہ یہ آٹھ پسندیدہ خصلتیں آٹھ برگزیدہ انبیاء علیہم السلام کی ہیں جیسا کہ تفاسیر میں مذکور ہے،

یعنی سخاوت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خصلت ہے اور رضا ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اور صبر حضرت ایوب علیہ السلام کی اور اشارات حضرت زکریا کی تنہائی اختیار کرنا حضرت کی علیہ السلام کی اور اون کا لباس پہننا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اور سیاحت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اور فقر ہمارے نبی ﷺ کی خصلت ہے۔

مومن کو ان مبارک عادتوں سے حق تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے اور جب قرب پالے تو مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔

ایک دن حضرت خواجہ بایزید بسطامی قدس اللہ تعالیٰ کی روح سے پوچھا گیا کہ طالب کو قرب حق کیسے نصیب ہوتا ہے؟

تو آپ نے فرمایا،

اور وہ منزل نہیں پاتا یہاں تک کہ طالب اپنے اندر کی راہ کو ذکر و فکر کے ساتھ چکا لیتا ہے اور ناپاک دنیا کی محبت کو دھو لیتا ہے جب تک کہ وہ ایک کا دوست نہیں ہو جاتا: (اس وقت تک) یہ (قرب) کامل و مرتبہ اپنی بو بھی نہیں دیتا ہے۔ (اور جب طالب ایسا ہو جاتا ہے پس بے شک حجاب کو اس کے رستے سے ہٹا دیتے ہیں اور اس ندا کے ساتھ (حق تعالیٰ طالب کو) مشرف و مخاطب کرتا ہے کہ (میری طاقت سے دیکھو، میری طاقت کے ذریعے سنو، میری طاقت سے بولو) اور جب سالک سے حجاب دور ہو گئے اور ان اوصاف کے ساتھ موصوف ہو گیا تو اس وقت مشاہدہ و مکاشفہ بحضرت حق تعالیٰ پا لیتا ہے۔ یہ دولت صبر و قناعت و مجاہدہ کی وجہ سے عطا ہوتی ہے اور تمام پر اس کو فوقیت عطا ہو جاتی ہے۔ پس اے فرزند ہر حال میں دین طلب کرے کیونکہ اگر ایک لاکھ بھی حاصل کر لے آخر کا سب ختم ہو جائے گا۔ جس طرح کہ ماں کے پیٹ سے خالی ہاتھ آیا ہے اسی طرح خالی ہاتھ جائے گا۔ نیک اعمال کے سوا اسباب و املاک میں سے کچھ بھی اس کے ساتھ نہیں جائے گا اور اچھے کاموں کی کوشش کرو۔ بزرگوں نے فرمایا ہے۔

ترجمہ رباعی:

وہ شخص کہ جس کو رات اور دن کے لیے دو روٹیاں کافی ہیں اگر وہ مخلوق کی خدمت کرے تو بے کار ہے اور قبر میں سوائے کفن کے کپڑے کے نہیں جائے گا (اگر چہ) اس کے پاس ریشم کے ہزاروں تھان ہوں۔

مرصاد العباد میں ہے،

اللہ کے ذکر کے سوا بندے پر ہمیشہ خاموش رہنا ضروری ہے۔ کیونکہ درویش جب مخلوق کی باتوں سے کنارہ کش ہوتا ہے اور ذکر و تسبیح کے ساتھ محبت کرتا ہے تو حکمت والے اس کو ساکت کہتے ہیں۔

امام اوزاعی طاب ثراہ سے ایک دن پوچھا گیا کہ مومن کی علامت کیا ہے اور منافق کی نشانی کیا ہے؟

تو آپ نے فرمایا: مومن کلام کم کرتا ہے عمل زیادہ کرتا ہے اور منافق کلام زیادہ کرتا ہے اور عمل کم کرتا ہے۔

حدیث پاک میں ہے:

نبی پاک علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ مومن جب فضول گفتگو سے باز رہتا ہے تو اس وقت دل کا کلام سننے کے قابل ہو جاتا ہے جو کہ حق کی تجلی گاہ ہے۔

خواجہ معروف کرخی طاب ثراہ فرماتے ہیں:

جب زبان بولتی ہے تو دل خاموش رہتا ہے، اور جب زبان خاموش رہتی ہے تو دل بولتا ہے۔

اور یہ نعمت سالک کو اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ وہ دنیا کے تمام کھیل تماشوں اور غرور سے دور نہ ہو جائے اور حق تعالیٰ کی عبادت کے سوا تمام فضولیات کا انکار نہ کر دے اور فضولیات کو قرآن مجید کی آیات اور نبی پاک ﷺ کی احادیث نے حرام قرار دیا ہے۔ جس طرح کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''فضول باتوں کو سننا گناہ ہے اور ایسی جگہ بیٹھنا ممنوع ہے اور ان کے ساتھ لذت حاصل کرنا ناشکری ہے''۔

اگر فرزند آپ چاہتے ہو کہ فضول باتوں کے بارے میں احادیث اور روایات کا مطالعہ کرو، تو کتاب الشفاء کو حاصل کرو، تا کہ دونوں جہانوں کے فائدے پائے۔

(جاری ہے)

مفکر اسلام مفسر قرآن علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب کی ہدایت پر ڈاکٹر محمد اظہر نعیم کا اعلامیہ

عزیز دوستو!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

آپ جانتے ہیں کہ سالانہ اجتماع کے انعقاد کا ہمارا معمول رہا ہے اور بنیادی طور پر یہ ایک تربیتی نشست ہوتی ہے لیکن امسال حالات وواقعات کے پیش نظر، یہ اجتماع نہیں ہو سکے گا، لہٰذا اس دفعہ بغرض رہنمائی چند اہم امور تحریری طور پر آپ کو پیش کیے جا رہے ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ سب لوگ ان پر عمل کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔

دوستو! آپ جانتے ہیں کہ شروع سے ہی ہماری کوشش رہی ہے کہ عشق رسول کی بنیاد پر فکر قرآن کے فروغ کے لیے منظم کام اٹھایا جائے کیونکہ ہمارے نزدیک ایک سچا، کھرا اور مخلص مسلمان اسی وقت بن سکتا ہے جب کہ اس کے ظاہر اور باطن کا تعلق قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات کے ساتھ مستحکم ہو۔ اس مشن کے لیے آغاز کار سے ہی ہم نے افراد کی اصلاح وتربیت اور علوم وفنون کی تعلیم وتدریس کو اپنا محور بنایا۔ اس کے لیے دروس قرآن کی ہمہ دم محافل، سیرت طیبہ اور میلاد پاک کی مجالس کا اہتمام، قریہ قریہ دینی دعوت، ادارہ تعلیمات اسلامیہ کی بنیاد، ترجمہ وتفسیر قرآن مجید اور سوئے منزل یا دلیل راہ کا اجراء، تمام تر کا رخ فکر قرآن اور محبت رسول کریم ﷺ ہی کو رکھا۔ اس کے ساتھ تعلیم وتربیت کے عظیم تر رول ماڈلز اصحاب اکبار، اہل بیت اطہار اور اولیاء عظام کو بھی تربیتی نظام میں شامل رکھا ہے۔ سنت نبوی اور خلفاء راشدین کی اتباع اور مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے روحانی فیوض وبرکات کو مقدم رکھا گیا اور الحمد للہ ہماری تمام تر کاوشیں للّٰہیت کی بنیاد پر رہی ہیں لہٰذا کامیابی اور ناکامی ہمارے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتی کیونکہ ہمارا مطمع نظر صرف اپنے اللہ کو اور اپنے پیارے رسول کریم ﷺ کو راضی رکھنا ہے۔ یہی درس اور یہی سبق ہم نے اپنے احباب کو دیا ہے۔ خواہ وہ ہماری ذکر واذکار کی محافل میں یا دروس قرآن وحدیث کی محفل میں بیٹھے ہیں۔

عزیزانِ ملت! آج جبکہ میں آپ سے مخاطب ہوں۔ دنیا بھر میں ملت اسلامیہ کے حالات بہت ناگفتہ بہہ ہیں۔ یوں محسوس ہو رہا ہے کہ مسلمان صرف نام کے مسلمان بلکہ مسلمان کیا خاک کا ڈھیر ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ خانقاہی نظام ٹوٹ پھوٹ کا شکار، علمی مسندیں اجڑتی ہوئی نظر آ رہی ہیں جبکہ مادیت کے خوں چکاں حملے ہر طرف مایوسیاں پھیلا رہے ہیں۔ بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کے ہاتھوں الیکٹرانک اور سوشل میڈیا پوری آب وتاب سے کردار کشی کرتے ہوئے اسلام سے دور کرنے بلکہ دین مبین سے برگشتہ کرنے میں مصروف ہے اور مسلمان ان شیطانی حملوں سے بچنے کی بجائے اسے انٹرٹینمنٹ سمجھ کر مدہوش ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا یہ رسول ہاشمی ﷺ کی اُمت ہے؟

علامہ اقبال نے اپنے دور میں جو کہا تھا حالات اس سے بھی دگرگوں ہیں:

ہاتھ بے زور ہیں، الحاد سے دل خوگر ہیں　　　اُمّتی باعثِ رُسوائی پیغمبر ﷺ ہیں

ان حالات میں ہمیں کیا کرنا ہے۔ سالہا سال سے جو اسباق ہم آپ کے گوش گزار کر رہے ہیں۔ انہی پر کاربند ہونا ہوگا، یاد دہانی کے لیے ان تعلیمات کا خلاصہ یا کرنے کے کام یہ ہے:

1۔ قرآن مجید سے وابستگی کا عملی مظاہرہ: روزانہ کی بنیاد پر تلاوت کلام پاک، فہم احکام خداوندی کے لیے تفسیر قرآن کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔

2۔ اطاعت واتباع رسول کریم ﷺ: پیارے مصطفےٰ ﷺ کی سنتوں اور ان کے احکام کو سمجھنے، ان پر عمل پیرا ہونے اور قلوب میں عشق رسول ﷺ کی شمع فروزاں کرنے کے لیے سیرت رسول ﷺ کا مطالعہ، اپنے گھروں میں، مساجد میں میلاد کی محافل کا انعقاد کریں۔

3۔ نماز پنجگانہ: یہ کہنے کی ضرورت تو نہیں کہ ہمارے کسی ساتھی، سنگی اور دوست کی فرض نماز کسی بھی صورت میں قضا نہیں ہونی چاہیے۔ باجماعت نماز کی کوشش کریں اور نوافل خصوصاً تہجد کے وقت دو رکعت ادا کر لینا بہت بڑا خزانہ ہے۔ کوشش ضرور کرنی چاہیے۔

4۔ ذکر واذکار: ہمارے بزرگوں نے ہمیں ایک ہی ذکر کی تلقین کی ہے اور وہ ہے اللہ کے ذاتی اسم ''اللہ'' کا ذکر وفکر، اسی پر اپنی توجہ مبذول کریں۔ انفرادی طور پر ہر نماز کے بعد چند لمحے ضرور دیں اور حتی المقدور محافل ذکر میں شامل ہونے کی کوشش کریں۔

5۔ انفاق فی سبیل اللہ: اپنی استطاعت کے مطابق ضرورت مندوں، یتیموں اور بے سہارا لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو مدنظر رکھتے ہوئے مال خرچ کرنا چاہیے۔ بعض اوقات ایک روپیہ لاکھوں پر سبقت لے جاتا ہے۔ یاد رہے صرف مال سے ہی نہیں بلکہ قیمتی وقت، علم وفن جیسی کئی ایک نعمتوں سے بھی انسانی خدمت کی جاسکتی ہے۔ اندازہ نہیں ہے کہ گھر سے ایک لقمہ کسی کے لیے جاتا ہے تو وہ کتنی ہی برکات کا سبب بنتا ہے۔

عزیزانِ گرامی! زندگی کے جو لمحات میسر ہیں ان کو غنیمت سمجھیں کیونکہ بلاوا کسی وقت بھی آسکتا ہے ہوشیار باش اور یہ وقت ٹل نہیں سکتا۔ اپنی ذات اور اہل خانہ کی طرف توجہ کریں۔ اوپر دیے گئے امور پر خود بھی اور اہل خانہ کو بھی پابند کریں۔ اپنے اخلاق کو بہتر اور اپنے معاملات کو شفاف رکھیں۔ اپنی صحبتیں درست رکھیں۔ اپنے سنگیوں سے میل جول بہتر ہوتا ہے۔ اللہ کریم عمل کرنے کی توفیق ارزاں فرمائے۔ آمین

میرے دینی اور یقینی برادران! متذکرہ بالا الفاظ اگرچہ میرے ہیں مگر اس خصوصی پیغام کا معانی الضمیر پیرومرشد حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ جی کے حکم اور منشا کے مطابق ہے لہٰذا اس کو اچھی طرح ذہن نشیں کرتے ہوئے ہمیں عمل پیرا ہونے کی بھرپور کوشش کرنا ہوگی۔

ماہِ رجب المرجب کے فضائل و برکات

صاحب زادہ ذیشان کلیم معصومی

یوں تو تمام دن رات لمحات سب اللہ کے ہیں مگر نسبت کی وجہ سے کچھ دنوں کو دوسرے دنوں پر کچھ راتوں کو دوسری راتوں پر مہینوں کو دوسرے مہینوں پر فضیلت خود خدا اور اس کے رسول پاک ﷺ نے دی ہے ماہ رجب المرجب شریف کی بھی بڑی اہمیت و فضیلت ہے یہ اسلامی سال کا ساتواں ماہ مقدس ہے رجب دراصل ترجیب سے مشتق ہے اس کے لغوی معنی ہیں تعظیم کرنا اس کو اصب (سب سے تیز بہاؤ) بھی کہا جاتا ہے اس لیے کہ اس مہینے میں توبہ کرنے والوں پر رحمت الٰہی کا نزول ہوجاتا ہے اور عبادت گزاروں پر انوارات وتجلیات کا فیضان عام ہوتا ہے۔ رجب کو اصم بہرا بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس ماہ میں نہ کسی فریادی کی آوازیں سنی جاتی تھیں اور نہ ہتھیاروں کی، اس ماہ کی پہلی تاریخ کو حضرت نوح علیہ السلام کشتی پر سوار ہوئے اور اسی ماہ کی چار تاریخ کو جنگ صفین ہوئی اس ماہ کی ستائیسویں شب کو رحمت کونین ﷺ کو معراج کا شرف اعظم بھی حاصل ہوا۔ جس میں آپ نے آسمانوں کی سیر کی جنت دوزخ کا مشاہدہ فرمایا اور بارگاہ الٰہی میں حاضری دے کر عجز وانکسار کا تحفہ پیش فرمایا اور اسی رات نماز تحفہ معراج کی صورت میں عطا ہوئی رجب ان چار مہینوں میں سے ایک ہے جن کو قرآن پاک نے محترم کہا ہے اور بہت سی احادیث اس ماہ کی فضیلت میں آئی ہیں۔ رجب جنت کی ایک نہر کا نام بھی ہے جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے اور یہ پاک پانی دودھ اور شہد اس نہر سے وہی پیے گا جو اس ماہ مبارک کے روزے رکھے گا کیونکہ میرے سرکار ابد قرار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"رجب اللہ کا مہینہ ہے اور شعبان میرا مہینہ ہے جبکہ رمضان میری اُمت کا ماہ مقدس ہے"۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے کے جرم کو میری رحمت اور بھلائی کے درمیان کردو ماہ رجب جسم کو شعبان المعظم دل کو اور رمضان المبارک روح کو پاک کرتا ہے حدیث میں ارشاد ہوتا ہے کہ رجب کی فضیلت باقی مہینوں پر ایسی ہے جیسا کہ حضور پاک ﷺ کی فضیلت دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام پر ہے اور رمضان المبارک کی فضیلت دوسرے مہینوں پر ایسی ہے جیسی اللہ کی فضیلت اس کے بندوں پر ہے۔

اولیاء کاملین فرماتے ہیں کہ رجب میں تین حروف ہیں ر، ج، ب، ر، سے مراد رحمت الٰہی، ج، سے مراد بندے کا جرم، اور ب، سے مراد بھلائی و احسان ہے حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ:

"پانچ راتیں ایسی ہیں کہ ان میں کوئی دعا رد نہیں ہوتی رجب کی پہلی رات، نصف شعبان کی رات، جمعہ مبارک کی رات، دونوں عیدوں کی رات (یعنی وہ رات کہ صبح کو عید ہو) اور اللہ تعالیٰ چار راتوں کو بھلائی کی مہر لگاتا ہے عید قربان کی رات عید الفطر کی رات نصف شعبان کی رات اور رجب کی پہلی رات"۔

حضور پُر نور آقائے دوجہاں ﷺ کا فرمان ذیشان ہے کہ:

"مجھے جبرئیل امیں نے خبر دی کہ جب ماہ رجب کی پہلی تاریخ ہوتی ہے تو چاند رات کو ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ سن لو توبہ کا مہینہ اور ماہ رجب کا چاند نظر آ گیا ہے تو اس رجب میں جو ایک روزہ رکھے گا اور اسے پرہیز گاری سے پورا کرے گا تو وہ روزہ دار اور وہ دن اس بندے کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں گے پھر فرمایا کہ جو کوئی مکمل پرہیز گاری کے ساتھ اس ماہ ایک روزہ بھی رکھ لے تو اسے پورے سال کے روزوں کا ثواب ملے گا"۔

اس ماہ کی بہت فضیلت و برکات ہیں کہ قلم بند نہیں کی جاسکتیں اللہ خود فرماتا ہے:

"جو ماہِ رجب میں میری عبادت کرتا ہے میں اسے تنہا نہیں چھوڑتا حدیث پاک ﷺ میں ہے کہ جو کوئی پندرہ رجب کو دس بار سورۃ فاتحہ پڑھے اور اس دوران کسی سے بات چیت نہ کرے تو گویا اس نے روئے زمین کے برابر اللہ تعالیٰ کی راہ میں سونا خیرات کیا اور جس نے بارہ رجب کو ایک بار سورۃ اخلاص پڑھی اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا"۔

دراصل بزرگان دین فرماتے ہیں کہ:

رجب بیج بونے کا شعبان المعظم آبپاشی کا اور رمضان المبارک فصل کاٹنے کا مہینہ ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"جو پہلی رجب کو روزہ رکھتا ہے اس سے جہنم کی آگ اتنی دور ہو جاتی ہے جتنا آسمان زمین سے دور ہے"۔

اور پھر فرمایا کہ:

"ماہِ رجب حرمت والے مہینوں میں سے ایک ماہ ہے اور چھٹے آسمان پر اس ماہ کے تیس دن لکھے ہوئے ہیں اور جو کوئی اس ماہ میں ایک روزہ رضائے الٰہی اور ثواب کے لیے رکھے تو وہ روزہ اس کے قبر کے عذاب کو کم کردے گا اور جو کوئی اس ماہ ۱۴ روزے رکھے تو روز قیامت اس کا حساب آسان ہوجائے گا اور جو کوئی اس ماہ میں 15 روزے رکھے تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے وہ جس دروازے سے چاہے گزر جائے جو رجب کے پورے ماہ میں روزے رکھے گا

تو اس بندے کے لیے خدا فرماتا ہے کہ میں اپنے اس بندے سے اس قدر خوش ہوں کہ اس کو عذاب قبر نہیں دوں گا''۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے کہ جس نے ستائیسویں رجب کو روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کو ایک ہزار سال کے روزوں کا ثواب عطا فرمائے گا یہی وہ مقدس یوم ہے کہ جب پہلی بار آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور اسی سال اسی رات میرے کریم آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ نے معراج کرائی اپنا دیدار کرایا اور اسی رات نماز کا تحفہ اُمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خدا نے عطا فرمایا:

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس نے ستائیسویں رجب کا روزہ رکھا اس کے لیے یہ روزہ تمام عمر بھر کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا اور اگر وہ اسی سال مر گیا تو درجہ شہادت پائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان مقدس ایام میں اپنی عبادت کا لطف عطا فرما کر سب مسلمانوں کو عمل کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے محبوب پاک کا سچا غلام اور عاشق رسول بنائے اور ہماری انفرادی و اجتماعی مشکلات کو اپنے محبوب دو عالم کے طفیل آسان فرمائے۔ آمین

بقیہ: امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

آپ کے اقوال

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

1: ''جب تیرا دوست تجھ سے برگشتہ ہو جائے تو جان لے کہ ایسا کسی گناہ کی وجہ سے ہوا ہے پس اللہ کی بارگاہ میں ہر گناہ سے توبہ کرو تاکہ وہ تمہارے لیے اس کی محبت دوبارہ دلوں میں پیدا فرما دے''۔

2: ''اگر تم کسی شخص کی صحبت اختیار کرو اور وہ بھی تمہیں موافق آئے، پھر کچھ عرصے کے لیے نہ ملے، بعد ازاں جب تم اس سے ملو اور تمہارے اندر اس کے حوالے سے اضطراب پیدا ہو جائے تو پہلے اپنے آپ کو دیکھو اگر خود میں کمی پاؤ تو اس سے توبہ کرو (یعنی کمی دور کرو) اور اگر تم خود کو درست سمجھتے ہو تو جان لو کہ اس شخص نے راستہ بدل لیا ہے لہٰذا انتظار کرو اور اس سے قطع تعلقی نہ کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تمہارے لیے راستہ پیدا فرما دے''۔

3: ''دشمن سے ضرور بچو (یعنی محتاط رہو) لیکن دوستوں سے بھی ہوشیار رہو کہ دلوں کو اسی وجہ سے قلوب کہا جاتا ہے کہ وہ بدلتے رہتے ہیں''۔ (تذکرۃ الکاظم لراحۃ ابی القاسم)

صاحبو!

جس بدن کو تم سجا سجا کر رکھتے ہو۔۔۔۔۔ جس پر تم زرق برق لباسوں کے غلاف چڑھاتے ہو۔۔۔۔۔ جن سروں کو تم پیچ در پیچ عماموں سے مزین کرتے ہو۔۔۔۔۔ جس رخ رونق کی زیب و زینت پر تم سینکڑوں خواہشیں لٹاتے ہو۔۔۔۔۔ جن آنکھوں کو تم سرمگیں و جذب گیں رکھنے کے اہتمام کرتے ہو۔۔۔۔۔ جس ماتھے کو تم پر کشش بنانے کے لیے جھومر سجاتے ہو۔۔۔۔۔ کبھی سوچا ان کی سب رونقیں زندگی سے ہیں۔۔۔۔۔ زندگی نہ ہو تو پھر آنکھ نہیں مٹی کا ڈھیلا ہے۔۔۔۔۔ ماتھا نہیں لکڑی کی تختی ہے۔۔۔۔۔ سر نہیں لخت سنگ ہے۔۔۔۔۔ بدن نہیں، بوسیدہ ہڈیوں کا پنجر ہے اس لیے بناتے ہی ہو، سنوارتے ہی ہو اور زیب و زینت کے مشتاق ہی ہو، تو زندگی کو سنوارو۔۔۔۔۔ اس کا میک اپ کرو۔۔۔۔۔ اسے مزین کرو اور یاد رکھو کہ زندگی نہیں بنتی۔۔۔۔۔ زندگی نہیں سنورتی۔۔۔۔۔ زندگی نہیں آراستہ ہوتی اور زندگی کا چہرہ حسن کے غازہ سے نہیں چمکتا، بجز اس کے اسے اسلام کا غسل دو۔۔۔۔۔ اسے اسلام کے رنگ میں رنگو اور اسے اسلام کے آب صافی سے دھو، پیارو! اسے ضائع نہ کرو۔۔۔۔۔ اسے بے کشش اور مجبور نہ رکھو۔۔۔۔۔ اسے بناؤ بناؤ، سلجھاؤ سلجھاؤ اور یہ فضول کاموں سے نہیں بنتی نہیں سلجھتی، اس کے حسن کا راز اسی میں ہے کہ اسے باخدا بناؤ اور با مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بناؤ۔

گفتنی و ناگفتنی سے ایک اقتباس

منجانب: نائس بیکرز اینڈ سویٹس ہاؤس

روحانی سوغات

یاد رکھنے اور عمل کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی باتیں روحانی سوغات ہیں۔ ہمیں اُن باتوں کو خود پر سائے کی طرح نہیں گزارنا چاہیے، قیامت تک کے لیے مشعل راہ اور حرز جان بنا لینا چاہیے۔

حاصل زندگی تو بس یہی متاع گراں بہا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ سوچوں کی ان دیکھی گرہیں بالآخر کھل جائیں گی۔

گفتنی و ناگفتنی سے ایک اقتباس

منجانب: حافظ الیکٹرک اینڈ الیکٹرونکس، فیروزپور روڈ، لاہور